خیبر پختونخوا سے شائع ہونیوالا بچوں کا واحد اور مقبول رسالہ

ماہنامہ

اقبال ڈائجسٹ پشاور

شاہین

اپریل 2021ء

مرحبا رمضان



آگاہی برائے کورونا وائرس

زندگی احتیاط کی ساتھ

کورونا سے بچاؤ کے دس اصول

رجوع الی اللہ، استغفار کی کثرت اور مسنون دعاؤں کا اہتمام (چند دعائیں درج ذیل ہیں)

اللّٰھُمَّ اِنّی اعوذُبِکَ مِنَ البرص وَالجنونِ وَالجذامِ وَمن سَیّیِ الأسقامِ

"اللہ پاک! میں آپ کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں، برص، دیوانگی کوڑھ اور تمام بری بیماریوں سے

بِسمِ اللّٰہِ الّذی لَا یَضُرُّ مَعَ اسمِہ شَیءٌ فِی الأرضِ وَلَا فِی السَّماءِ وَھُوَ السَّمیعُ العَلیمُ

"اللہ کے نام سے (میں صبح یا شام اسی کی پناہ میں آتا ہوں)، اس کے نام سے زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی نقصان نہیں دیتی اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے"۔

☆ طہارت و پاکیزگی کا اہتمام

☆ گھر سے باہر اور میل جول کے وقت ماسک کا استعمال کریں۔

☆ ہاتھ صابن سے دھونا، بہتر ہے کہ باوضو رہنے کوشش کریں۔

☆ ہاتھ ملانے اور معانقہ کرنے سے اجتناب کرنا۔

☆ افراد کا باہمی فاصلہ کم از کم 6 فٹ رکھنا۔

☆ میٹنگز میں باہمی فاصلے کو برقرار رکھنا۔

☆ ہجوم والی جگہوں سے مکمل اجتناب کرنا۔

☆ بخار، نزلہ، زکام اور کھانسی وغیرہ کی صورت میں معالج سے رجوع کرنا۔

☆ زندگی اور موت کے فیصلے اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہیں، اسی لئے خوف کی فضا پیدا کرنے کی بجائے امید اور حوصلہ کے ساتھ، احتیاطی تدابیر پر عمل کو یقینی بنایا جائے۔

ہیلتھ لائن

کورونا وباء کے دوران مریضوں کیلئے مفت ٹیلی میڈیسن سروس

اس سہولت سے عام مریض بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

پیر تا ہفتہ صبح 10:00 بجے تا رات 08:00 بجے تک

نفسیاتی رہنمائی

مسلسل فالواپ

طبی مشورے کورونا مریضوں کے لئے

DigitalCare

برائے رابطہ

0315-5550915

(شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے)

ماہنامہ اقبال ڈائجسٹ پشاور

”شاہین“

رکن اسلامک سوسائٹی فار چلڈرن ہابیز

جلد نمبر 31 شمارہ نمبر 3

آپس کی بات

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

کیسے ہو پیارے شاہینوں! امید ہے کہ خوش باش ہشاش بشاش اور چاک وچوبند ہوں گے۔ طویل عرصہ آپ سب سے دوری رہی، حالات ہی کچھ ایسے تھے نا، کرونا وبا کی وجہ سے سارا نظام زندگی درہم برہم ہوا تھا۔ یقیناً آپ سب نے بہت دعائیں کی ہوں گی کہ حالات پھر سے معمول پر آجائیں۔ اچھا تو پیارے شاہینوں! آپ کو پتہ ہے یہ مہینہ کتنا اہم ہے؟ اپریل کے نصف میں رمضان المبارک کا مقدس مہینہ شروع ہوگا، جو نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، جسے نیکیوں کا موسم بہار کہتے ہیں۔ جس میں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ ہاں تو آپ کی بھی تیاری ہے نا؟ روزے رکھیں گے، تلاوت اور ذکرواذکار کا خاص اہتمام کریں گے، اور سب سے اہم بات، اپنے بڑوں کو، امی ابو کو بالکل بھی تنگ نہیں کریں گے، کیونکہ وہ روزہ بھی رکھتے ہیں اور پورا پورا دن کام بھی کرتے ہیں۔ ایک اور بات، 22 اپریل کو عالمی ”یوم زمین“ جبکہ 23 اپریل کو ”یوم کتاب“ منایا جاتا ہے، خاص دنوں کو منانے کا مطلب کسی چیز کی اہمیت اجاگر کرنا ہوتی ہے، تو ہم بھی اس مہینے زمین کی زرخیزی کیلئے شجرکاری میں حصہ لیں گے، پودے لگائیں گے اور ذہن کی زرخیزی کیلئے کتاب اور مطالعے سے اپنا تعلق مضبوط کریں گے۔ وعدہ؟ آخری بات، آپ کے بھائی جان کو آپ سے شکوہ ہے، اب آپ کی طرف سے اسے خط، سوالات، اور تحریریں بہت کم ملتی ہیں، قلم اٹھائیں، اور پوچھئے اپنے بھائی جان سے سوالات، لکھئے کہانی اور پایئے انعام۔ والسلام

ضیاء اللہ خان ضیاء (مدیر اعلیٰ ماہنامہ شاہین اقبال ڈائجسٹ)

فہرست

رابطہ کیجئے

دفتر شاہین، تیسری منزل، قذافی بلڈنگ، چوک یادگار پشاور

اوقات کار صبح 9 بجے سے شام 5 بجے تک

digest_shaheen@yahoo.com

0332-9760979

0308-2157589

قیمت: 40 روپے

سالانہ رجسٹریشن

عام ڈاک: 600 روپے

رجسٹرڈ ڈاک 800 روپے

میرے پیارے اے خدا

میرے پیارے اے خدا!
تو تو سب سے ہے جدا
سورج سا روشن دیا
تو نے ہی پیدا کیا
چاند کو دی چاندنی
سیب کو دی چاشنی
چھ دنوں میں ہی عیاں
کیئے زمین و آسماں
تو ہی سب کا ہے خدا
تجھ پر ہی سب ہے فدا
تیری شان عالی ہے
کیسی شان والی ہے
جتنی مخلوقات ہیں
تیرے آگے مات ہیں
غیر موذی یا موذی
سب کو دیتا ہے روزی
سب کی دیگر صورت ہے
یہ تو تیری قدرت ہے

اسامہ سرسری

نعت رسولؐ مقبول

نبی اکرم شفیع اعظم دکھے دلوں کا سلام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں پیام لے لو

شکستہ کشتی ہے تیز دھارا، نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں ہے کوئی ناخدا ہمارا خبر نو رعالی مقام لے لو

قدم قدم پہ ہے خوف رہزن، زمین بھی دشمن ملک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن تم ہی محبت سے کام لے لو

عجیب مشکل میں کارواں ہے نہ کوئی جارہ نہ پاسباں ہے
بشکل رہبر چھپے ہیں رہزن اٹھو ذرا انتقام لے لو

کبھی تقاضا وفا کا ہم سے کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے خبر تو خیر الانام لے لو

یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام، اپنے غلام لے لو

یہ دل میں آرماں ہے اپنے یونس مزار اقدس یہ جا کے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

انتخاب :- محمد جنید جانی، اکبر پورہ پشاور

کاروبار

ایک دل دہلا دینے والی کہانی ڈاکٹر عباس راحت اعوان کے قلم سے

ڈاکٹر عباس راحت اعوان

''اے اسلم یہ تو بتا کہ تمہارے پاس کون سال الہ دین کا چراغ آ گیا ہے جو تم چند مہینوں میں اتنے امیر ہو گئے ہو؟'' احمد نے اپنے کلاس فیلو سے پوچھا۔

''کہاں امیر ہو گئے ہیں یار تم تو ایسے ہی ہمارے پیچھے پڑے ہو'' اسلم نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا

''کہاں امیر ہو گئے ہیں؟ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے پہلے تم پھٹے پرانے کپڑے پہنے تین کلومیٹر پیدل چل کے بغیر جیب خرچ کے سکول آتے تھے اور اب چمکتی دمکتی سائیکل نیا بیگ خوبصورت پین جوتے اور وردی تک بدلتے رہتے ہو اور تفریح میں روزانہ سموسے پکوڑے اور دہی بھلے کی پلیٹیں نہ صرف خود اڑاتے ہو بلکہ ایک دو دوستوں کو بھی کھلاتے ہو پھر بھی نہ مانو تو یہ نا شکری کی بات ہوگی'' احمد نے اسلم کے جواب میں ایک طویل تجزیاتی تقریر کی نثر کی تو اسلم بولا۔

''یار حالات بدلتے کون سی دیر لگتی ہے۔ ابو نے ایک نیا کاروبار شروع کیا ہے اس میں بچت زیادہ ہے۔ بس اسی وجہ سے یہ ساری عیاشیاں ہیں'' اسلم بولا'' کون سا کاروبار بھئی کہیں نشہ وغیرہ تو نہیں بیچنا شروع کر دیا جس میں اتنی زیادہ بچت ہے؟'' احمد نے پھر پوچھا۔'' ارے نہیں نہیں تم تو خوامخواہ پولیس والوں کی طرح تفتیش شروع کر دیتے ہو بھائی انہوں نے تو صرف دودھ دہی کا کاروبار شروع کیا ہے''۔

اسلم بولا دودھ دہی کا کاروبار۔ اور بچت؟ یار یہ تو لطیفہ ہو گیا۔ تم کسی اور کو بیوقوف بناؤ میرے ماموں بھی یہی کاروبار کرتے ہیں وار ان کا کام بھی اچھا خاصا چلتا ہے لیکن وہ تو ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں کہ اس کام میں زیادہ منافع نہیں منوں دودھ بکے تو خرچہ نکال کر سوڈیڑھ سو روپیہ بچتا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں بچت زیادہ ہے مجھے تو کچھ اور ہی چکر لگتا ہے۔'' احمد نے پھر بحث کو طویل کرتے ہوئے کہا'' چکر تو تمہیں تمہارے ماموں دے رہے ہیں یہ کہہ کر کہ بچت وچت کچھ نہیں ہے'' اسلم بولا میرے ماموں کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہاں'' احمد نے فوراً ماموں کا دفاع کرتے ہوئے کہا۔

''میرے ابو نے مجھے منع نہ کر رکھا ہوتا تو میں تمہیں بتا دیتا کہ دودھ کے کاروبار میں کتنا منافع ہے اور ابھی تمہارے ماموں کا پول کھول دیتا''۔ اب اسلم جذباتی ہو چکا تھا۔ ارے کون سے تمہارے والد صاحب یہاں ہیں جو سن کر ناراض ہو جائیں گے تمہارا ڈر میری سمجھ سے باہر ہے اٹھا دو اس قیمتی راز سے پردہ جو میرے ماموں اور تمہارے والد صاحب کے کاروبار میں پوشیدہ ہے۔'' احمد نے اسلم کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔'' اچھا تم مجبور کرتے ہو تو سنو! دودھ خریدنا اور بیچنا ایک آرٹ ہے جو لوگ یہ فن جانتے ہیں وہ دنوں میں امیر ہو جاتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ منوں دودھ بیچ کر بھی روتے ہیں''۔'' ارے ارے تم تو تجسس بڑھانے پہ لگے ہوئے ہو تمہید باندھنے کی بجائے سیدھے سادھے طریقے سے بات بتاؤ بھئی ناں؟ احمد نے اسلم کی بات کاٹ کر کہا'' یار بتا ہی رہا ہوں ناں۔۔۔ دراصل بازار میں دودھ خریدنے والا برتن اور دودھ بیچنے والا برتن علیحدہ علیحدہ ملتے ہیں یعنی جس پیمانے کے ساتھ آپ بھینس والے سے دودھ خریدیں گے وہ تو پورا ایک لیٹر کا مگ ہو گا بلکہ اس سے بھی ذرا زیادہ ہی لیکن دودھ بیچنے کیلئے جو مگ استعمال ہوتا ہے وہ لٹر سے خاصا کم ہوتا ہے اس طرح بغیر پانی ملائے بھی آپ ایک لیٹر دودھ سے پانچ چھ روپے کما سکتے ہیں جبکہ ہم تو اپنے گھر میں بھی بغیر پانی ملائے دودھ نہیں بھجواتے۔۔ اب آپ خود ہی سمجھ لیں کہ اس طرح ایک من دودھ پر پانچ من روزانہ بکتا ہے۔''

استغفر اللہ۔۔ یعنی دو دو برائیاں۔۔ اور برائیاں بھی وہ جن کی بدولت پوری پوری قومیں اللہ کے عذاب کے باعث دنیا سے مٹا دی گئیں ہیں۔ احمد نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''کون سی برائیاں اور کون سی قومیں؟ میری سمجھ میں تو تمہاری گاڑھی گاڑھی باتیں نہیں آتی مولانا صاحب'' اسلم نے استغفر اللہ کہنے پر طنزاً کہا۔'' یہی برائیاں کہ ملاوٹ کرنا اور کم تولنا ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو ملاوٹ کرتا ہے وہ ہماری امت سے خارج ہے اور کم تولنا تو اس سے بھی بڑی برائی ہے۔۔۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ کم تولنے والوں کیلئے تباہی ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا جو ناپ تول میں کمی کریں انہیں قحط سالی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب الٰہی اسی وجہ سے آیا کہ وہ ناپ تول میں گڑ بڑ کرتے تھے۔ احمد پورے حوالوں سے بات کر رہا تھا سچی بات جب ہمدردی سے کہی جائے تو ضرور اثر کرتی ہے اسی لئے بات سنتے ہوئے اسلم کا رنگ پہلے سرخ اور پھر خوف سے زرد ہو گیا اور بے اختیار اس کے منہ سے بھی استغفر اللہ نکل گیا۔

''احمد بھائی تم نے تو میری آنکھیں کھول دی ہیں میں اپنے باپ کی اکلوتی اولاد ہوں اور میرے مستقبل کو سنوارنے کیلئے میرا باپ ایسے گناہ کر رہا ہے میں آج ہی ان سے بات کرتا ہوں مجھے پوری امید ہے کہ میرے ابو میری بات مان کر خود بھی اور ہمیں بھی خدا کے عذاب سے بچا لیں گے اور دکانداری بھی ایمانداری سے کرنے لگیں گے''

اسلم بولا تو احمد کو اس کی باتوں سے ایسے عزم کی خوشبو آ رہی تھی جو پتھروں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا دیں۔

شمسی توانائی



جو اجالا بکھیرتا ہے

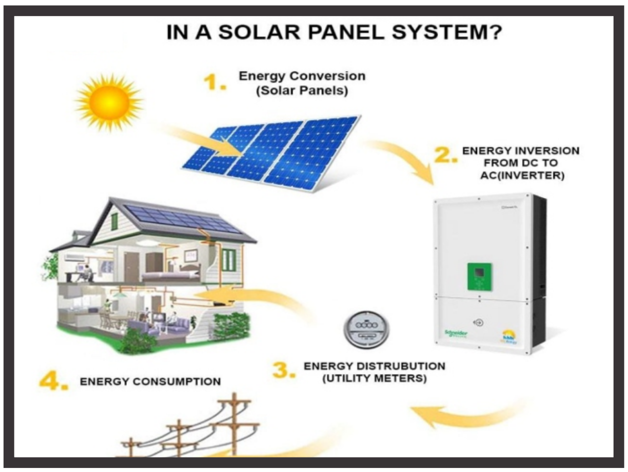
سورج اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان تحفہ ہے جو کروڑوں سال سے اپنی روشنی کے ذریعے زمین کو روشن کر رہا ہے بیسویں صدی مں سائنس دانوں کو یہ معلوم ہوا کہ سورج کی روشنی یا دھوپ تو اصل میں توانائی کی ایک قسم ہے انہوں نے اسے شمسی توانائی (Solar Energy) کا نام دیا۔

بڑے کام کی چیز

شمسی توانائی بہت کام کی چیز ہے اس کی مدد سے ہم بجلی بنا سکتے ہیں کھانا پکا سکتے ہیں، پانی گرم کر سکتے ہیں، گاڑی چلا سکتے ہیں اور دیگر بے شمار کام کر سکتے ہیں، پھر اس کے دو بڑے فائدے ہیں اول یہ بالکل مفت ہے اسے پیٹرول یا گیس کی طرح خریدنا نہیں پڑتا دوم یہ پاک صاف اور ماحول دوست توانائی ہے یہ دیگر توانائیوں مثلاً کوئلے، اور پیٹرول کی طرح خطرناک گیسیں پیدا نہیں کرتی ماہرین کا کہنا ہے کہ صرف ایک گھنٹے میں زمین پر جتنی دھوپ پڑتی ہے اسے کام میں لایا جائے تو پوری دنیا کو سال بھر کیلئے بجلی مل سکتی ہے شمسی توانائی سے شمسی سیل (Soalr Cell) یا شمسی بجلی گھر کے ذریعے بجلی بنتی ہے لیکن جن علاقوں میں سورج کم نکلتا ہے یا دھوپ کی شدت کم ہوتی ہے وہاں شمسی توانائی سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔سورج ہماری زمین سے 109 گنا بڑا ہے اس کا رداس (Radius) 1,392,684 کلومیٹر جبکہ زمین کا رداس 12,756 کلومیٹر ہے۔

شمسی تونائی کیا ہے؟

شمسی توانائی سے بجلی بنانے کا سب سے بڑا ذریعہ شمسی سیل ہے۔یہ سلیکون مادے سے بنتا اور ضیا وولٹائی اثر photovoltaic Effect کے باعث دھوپ میں بجلی بناتا ہے۔دنیا کا پہلا شمسی سیل امریکی سائنس دان، چارلس فرنس نے 1883 میں بنایا۔1950 کے بعد شمسی سیلوں کا استعمال سب سے پہلے کھلونوں میں شروع ہوا۔شمسی سیل ایک مہنگی دھات، الومینیم سے بنتے تھے۔1960 کے بعد جب سلیکون مادے سے شمسی سیل بننے لگے، تو ان کی قیمت کم ہوئی۔آج ایک شمسی سیل فی واٹ بجلی 350 روپے میں بناتا ہے لہٰذا یہ بہت مہنگی پڑتی ہے۔اسی لیے سائنس دان سستے شمسی سیل بنانے کی کوشش میں ہیں، تاکہ وہ کم قیمت پر بجلی پیدا کر سکیں۔شمسی سیل کے کام کرنے کا طریقہ سادہ ہے جب دھوپ سلیکون کو گرم کر دے تو اس کے الیکٹرون ڈائرکٹ کرنٹ (DC) پیدا کرتے ہیں اس بجلی سے الیکٹرونکس کی چھوٹی موٹی اشیا چل جاتی ہیں بڑی برقی اشیا چلانی ہوں، تو پھر ایک انورٹر لگانا پڑتا ہے جو ڈی سی کرنٹ کو آلٹرنیٹ کرنٹ (AC) میں بدلتا ہے شمسی سیل کی بجلی بیٹری بھی چارج کر سکتی ہے ایک شمسی سیل اتنی بجلی بناتا ہے کہ ایک ٹیلی فون کام کرنے لگے زیادہ بجلی درکار ہو تو 12 سے 24 شمسی سیل الیکٹرک سرکٹ بورڈ پر آپس میں جوڑے جاتے ہیں یہ بورڈ شمسی پینل کہلاتا ہے شمسی سیلوں پر شیشہ لگا ہوتا ہے تاکہ ایک تو شمسی سیل محفوظ رہیں دوسرے وہ زیادہ دھوپ جذب کر سکیں ایک شمسی سیل 20 تا 25 سال چلتا ہے جبکہ شمسی پینل 30 سال تک کارآمد رہتے ہیں یہ شمسی پینل گھر یا عمارت کی چھت پر لگائے جاتے ہیں جتنے زیادہ شمسی پینل ہوں اتنی ہی زیادہ بجلی بھی بنتی ہے۔



تاریخ بولتی ہے

عرب کیمیا دانوں نے سب سے پہلے شمسی توانائی سے فائدہ اٹھایا انہوں نے 1550ء کے لگ بھگ دھوپ کے ذریعے سے پانی صاف کرنے کا سادہ نظام ایجاد کیا تھا جو آج بھی استعمال میں ہے۔





چیونٹی جیسا

تحریر: محمد ندیم اختر

’’تم بھی نرے چیونٹی جیسے ہو۔‘‘

پہلی بار اس لفظ سے واسطہ اس دن پڑا جب ندی پار اس جنگل میں چڑیوں کا شکار کرنے نکلے ۔اس سے پہلے کہ کاشف سے پوچھتا کہ ایسی کیا بات ہوئی کہ ایک ہی لمحے میں میرے جیسا اچھا بھلا انسان چیونٹی جیسا ہو گیا ؟۔ٹھاہ ۔۔۔کی آواز نے مجھے اس سمت دیکھنے پر مجبور کر دیا جس سمت کاشف نے ائیر گن سے نشانہ باندھ کر ٹریگر دبا دیا تھا۔میں نے اس درخت کی جانب دیکھا جس کی شاخ سے مینا زمین کی جانب گری تھی ۔ائیر گن سے نشانہ اس مینا کے لیے موت کا پروانہ بن کر گن سے نکلا تھا جو نکلتے ہی ایک معصوم سے پرندے کی جان لے گیا تھا۔کاشف اس درخت کی جانب بھاگا۔اسے بھاگتے دیکھ کر میں بھی اس کے پیچھے لپکا۔خودرو جھاڑیوں نے جنگل کے اس راستے کو روک دیا تھا ۔جھاڑیوں کی وجہ سے آگے بڑھنا مشکل تھا۔لیکن کاشف جھاڑیاں پھلانگتا ہوا اس درخت کے نیچے رک گیا ۔اس کی نظریں اس مینا کو تلاش کر رہی تھیں جو اس کے نشانے سے زمین پر گری تھی ۔لیکن درخت کے نیچے کچھ بھی نہیں تھا۔میں اتنی دیر میں احتیاط سے جھاڑیاں پھلانگتا ہوا اس نزدیک پہنچ چکا تھا۔جنگل میں ہو کا عالم تھا۔اس ہو کے عالم میں ہمارے پیروں کے نیچے آنے والے درختوں کے خشک پتے اس ہولناک سناٹے میں تڑتڑا رہے تھے۔ خشک پتوں کے تڑتڑانے کی آوازیں سناٹے کو کسی سحر زدہ ماحول میں بدل رہی تھیں ۔میں نے بھی کاشف کی نظروں کا تعاقب کیا لیکن وہاں وہ مینا نہیں تھی ۔

’’مینا کو یہیں ہونا چاہیے تھا۔‘‘ کاشف اپنے شکار کو اس جگہ نہ پا کر افسردہ لہجے میں بولا ۔

’’ہوسکتا ہے ائیر گن کے چھرے نے اسے کوئی کاری ضرب نہ لگائی اور وہ گرتے ہی اڑ گئی ہو۔‘‘ میں نے کاشف کی بات سن کر کہا۔

’’یہ دیکھو ! جھاڑی پر خون کا قطرہ اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ چھرے سے زخمی ہونے والی مینا اس جگہ پر گری لیکن شاید انہیں جھاڑیوں میں کہیں چھپ گئی ہے ۔‘‘ کاشف نے اس جھاڑی کی جانب توجہ دلائی جہاں خون کے چند قطرے جھاڑی پر نظر آرہے تھے ۔ اور پھر ہم دونوں ان جھاڑیوں میں مینا کو تلاش کرنے لگے ۔جھاڑیوں میں تلاش کرتے ہوئے ہم نے احتیاط کا دامن تھامے رکھا کیونکہ اس جنگل میں سانپ یا بچھو کا ڈر ہمیشہ رہتا تھا کہ کسی جھاڑی میں کوئی سانپ یا زہریلا کیڑا نہ چھپا بیٹھا ہو۔چند قدم چل کر ہمیں ایک جھاڑی میں ایک پر نظر آیا جو شاید اسی مینا کا تھا۔ایسے لگ رہا تھا جیسے مینا اسی جھاڑی میں کہیں آ کر چھپی ہو اور اسی کشمکش میں اس کے پر کا کوئی حصہ جھاڑی کے کانٹوں میں الجھ کر یہیں پھنس گیا ہو۔میں نے جھاڑی کے نیچے غور سے دیکھا تو مینا کا زرد رنگ کا ایک پیر نظر آیا۔’’وہ رہی تمہاری مینا۔۔۔۔‘‘ میں نے جوش میں کچھ اس طرح کہا کہ کاشف ایک ہی لمحے میں جھاڑی کی شاخوں کو ایک ہاتھ سے پرے کرتے ہوئے مینا کو پکڑنے کے لیے جیسے جھاڑی کے نیچے گھس گیا ہو۔وہ شاید کب کی مر چکی تھی ۔کیونکہ مینا کے اردگرد ڈھیر ساری چیونٹیوں کو دیکھتے ہی مجھے ایک بار پھر کاشف کی بات یاد آ گئی کہ ’’تم بھی نرے چیونٹی جیسے ہو۔‘‘ میں نے کاشف کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ’’یہ بے چاری تو بے موت ماری جا چکی ہے ۔اب اسے اٹھانے کا کوئی فائدہ نہیں ۔‘‘ کاشف نے بھی افسوس سے سر ہلایا اور میرے ساتھ قدم ملاتا ہوا ان خودرو جھاڑیوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا ۔ جب ہم دوبارہ اسی مقام پر پہنچ گئے جہاں کھڑے ہو کر اس نے نشانہ لگایا تھا تو میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور اشارہ کیا کہ وہ دیکھو سامنے ایک اور مینا بیٹھی ہے ۔بجائے اس کے کہ کاشف اس مینا کا نشانہ لیتا۔اس نے واپس جانے کا اشارہ کیا۔وہ ابھی تک خاموش تھا۔اس نے کا نشانہ تو ٹھیک لگا تھا لیکن شاید اسے اس بات کا افسوس تھا کہ وہ مینا کو اپنے گھر لے جا کر اسے پالنا چاہتا تھا۔لیکن اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی ۔یا پھر اسے اس بات کا افسوس تھا اس کا مقصد معصوم پرندے کی جان لینا نہیں تھا لیکن اس کے نشانے نے اس معصوم پرندے کی جان لے لی۔ایسی صورتحال میں ایک بار پھر میرا خیال اسی بات کی طرف گیا کہ اس نے مجھے چیونٹی جیسا کیوں کہا تھا ۔لیکن اس کی افسردہ حالت دیکھ کر میں نے یہ پوچھنے کا ارادہ کسی وقت پر رکھ دیا۔

کاشف کو اس کے گھر چھوڑ کر میں اپنی گلی میں داخل ہوا تو سامنے ہی چاچا رئیس آرہے تھے ۔ چاچا رئیس جسے پورا محلّہ رئیس کنجوس کے نام سے جانتا تھا۔اکثر بچے تو اسے مکھی چوس بھی کہہ دیتے تھے۔وہ نام کا ہی رئیس نہیں بلکہ اس کے آباؤاجداد نے جتنی جائیداد اپنی زندگی میں بنادی تھی اس کی سات نسلیں بھی بیٹھ کر کھا سکتی تھیں ۔اس لیے خاندانی طور پر بھی یہ رئیس ہی تھا۔لیکن پہلی بار دیکھنے والا اسے کوئی غریب ہی سمجھ سکتا تھا۔چاچا رئیس کو کبھی ڈھنگ کے کپڑے یا

جوتے پہنے نہیں دیکھا تھا۔ نہ صرف چاچا رئیس کا یہ حال تھا۔ اس کی اولاد بھی چاچا کے نقش قدم پر چلتی تھی۔ بالا اس کا بڑا بیٹا تھا۔ اکثر سکول میں اس بات پر سزا بھگتا کہ اس کی یونیفارم پرانی ہونے کی وجہ سے اپنا اصل رنگ کھو چکی تھی جبکہ سکول میں یونیفارم پر سختی سے کاربند رہنا پڑتا تھا۔ سردیوں میں اس دن بالے کا رو رو کر برا حال تھا جب پی ٹی صاحب نے بند جوتے نہ ہونے کی وجہ سے سخت سردی میں مار مار ادھ موا کر دیا۔ ہاتھ ڈنڈوں کی وجہ سے پہلے سرخ ہوئے پھر نیلے ہونے لگے وہ تو اللہ بخشے ماسٹر خدا بخش کو جنہوں نے آگے بڑھ کر پی ٹی سعید صاحب کی منت کر کے بالے کو مزید مار کھانے سے بچایا۔ بالا تھا کہ روتے روتے اپنے ابا کو کوسے جا رہا تھا۔ میں نے چاچا رئیس کو دیکھتے ہی فٹ سے السلام علیکم کہا اور تیزی سے گھر کی جانب تیز تیز قدم اٹھانے لگا کہ کہیں چاچا رئیس گلی میں روک کر پی ٹی سعید کے حوالے سے باتیں نہ کرنے لگ جائے کیونکہ بالا جب بھی مار کھا کر گھر آیا۔ بجائے اس کے کہ چاچا رئیس سکول میں جا کر ہیڈ ماسٹر صاحب سے ملیں وہ بالے کے کلاس فیلوز کو روک کر پی ٹی سعید کی شکایتوں کے ڈھیر لگا دیتے تھے۔ شکایتیں لگاتے تو خیر تھی وہ تو اچھی خاصی گالیوں سے بھی نوازتے تھے۔

☆☆☆

چھٹی کے دن حسب معمول دوستوں کے ساتھ شکار، شام میں کرکٹ اور اب مغرب کی نماز سے کچھ دیر پہلے گھر پہنچا تھا۔ سورج غروب ہوتے ہوئے مغرب میں اپنی سرخی چھوڑ رہا تھا۔ امی جان کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔ چھوٹا بھائی شکیل اپنا ہوم ورک کرنے میں مصروف تھا۔ صحن کی جنوبی دیوار کے ساتھ ننھی عبیرہ بیٹھی ایک تنکے سے کسی چیز کو چھیڑے جا رہی تھی۔ میں چارپائی سے اٹھ کر ننھی عبیرہ کے جانب بڑھا تو اس نے جلدی سے تنکا چھپانے کی کوشش کی کہ شاید میں یہ تنکا اس سے اچک لوں گا۔ ننھی عبیرہ دیوار کے ساتھ نظم و ضبط کے ساتھ ایک قطار میں جاتی چیونٹیوں کو تنکے سے چھیڑ رہی تھی۔ عبیرہ جیسے ہی تنکا کسی چیونٹی کے نزدیک کرتی تو چلتی ہوئی رک جاتی وہ ننھا سامنہ اٹھا کر دیکھتی اور پھر رستہ بدل کر اسی قطار میں شامل ہو جاتی تھی۔ اتنی دیر میں میں دیکھا کہ دو چیونٹی چاول کے دانے کا ٹوٹا ہوا ایک حصہ اٹھائے ہوئے اسی قطار میں رواں دواں تھیں۔ چیونٹیوں کو دیکھ کر مجھے کاشف کی کہی بات ایک بار پھر یاد آ گئی کہ "تم بھی نرے چیونٹی جیسے ہو۔" لیکن اب تو کاشف اپنے گھر تھا اس لیے سوچا کہ صبح کاشف سے ضرور پوچھوں گا کہ اس نے مجھے چیونٹی جیسا کیوں کہا تھا؟ مغرب کی اذان کے بعد رات کا اندھیرا چھانے لگا۔ ابو جان بھی مسجد سے نماز پڑھ کر گھر پہنچ چکے تھے۔ رات کا کھانا تیار ہو چکا تھا۔ گرمیوں کے موسم میں گھر کے کھلے صحن میں بچھی چارپائیوں پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہوئے میں نے چاچا رئیس اور اس کے بیٹے کا ذکر کیا کہ کل پی ٹی سعید صاحب نے سختی سے تنبیہ کی تھی کہ سکول کے تمام طالب علم سوموار کو پی ٹی کے لیے نیا یونیفارم خرید کر آئیں۔ میرا یونیفارم تو آ گیا ہے لیکن ہمیشہ کی طرح بالے کا یونیفارم نہیں ہو گا کیونکہ اس کا باپ دنیا کا بڑا کنجوس اور تنگ دل شخص ہے۔ اتنا مال و جائیداد کے باوجود بھی اپنے اوپر خرچ نہیں کرتا۔ ابو جان نے کھانا کھاتے ہوئے سر ہلایا اور کہنے لگے "بیٹا! کچھ لوگ چیونٹی جیسے ہوتے ہیں، جو مال اکٹھا تو کرتے ہیں لیکن مال کھا نہیں سکتے۔" ابو جان کی بات سن کر میں ایک بار پھر حیران ہو گیا کہ آج کاشف نے بھی مجھے چیونٹی جیسا کہا تھا اور اب ابو جان چاچا رئیس کو چیونٹی جیسا کہہ رہے تھے۔ کیا مجھ اور چاچا رئیس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یقیناً یہ جملہ میرے لیے کسی دھماکے سے کم نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ میں ابو جان سے کچھ پوچھتا۔ فٹ سے شکیل بولا۔ "ہاں! ابو جان واقعی ہم نے آج تک چیونٹیوں کو اکٹھا کرتے دیکھا ہے کبھی کھاتے نہیں دیکھا۔" "اسی لیے میں نے یہ مثال دی ہے، کیونکہ ہم سب نے چیونٹی کو مال اکٹھا کرتے ہی دیکھا ہے لیکن کھاتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کھاتی نہیں ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ چیونٹیوں کی ایک ملکہ ہوتی ہے اور یہ سارا مال اپنے بل میں جمع کرتی ہیں جہاں چیونٹیوں کا سارا خاندان ہی اس مال سے کھاتا ہے۔ ان کی ملکہ چیونٹیوں کے اکٹھے کیے ہوئے مال کا خیال رکھتی ہے۔" ابو جان نے مزید وضاحت کر دی۔

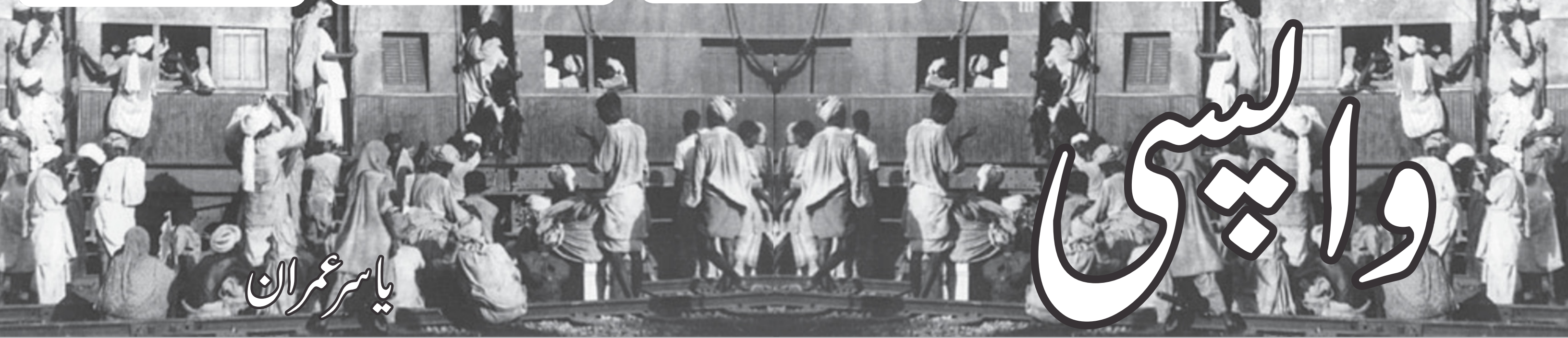
"آپ کی بات کا مطلب ہے کہ چیونٹیاں بھی کنجوس اور تنگ دل ہوتی ہیں۔" میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

"نہیں بیٹا! وہ چاچا رئیس جیسے لوگوں سے بہتر ہوتی ہیں کیونکہ وہ اشرف المخلوقات نہ ہونے کے باوجود سردیوں کے موسم کے لیے ذخیرہ کرتی ہیں اور ضرورت پڑنے پر اسے استعمال میں لاتی ہیں۔" ابو جان نے میرے سوال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ پھر کہنے لگے۔ "لیکن چاچا رئیس اور ان جیسے دیگر لوگ جو تنگ دل اور کنجوس ہوتے ہیں ان کے بارے میں قرآن پاک کی سورۃ العمران کی آیت 180 میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ "جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا، اور پھر وہ بخل کرتے ہیں وہ ہرگز اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ عمل ان کے لیے بہتر ہو گا بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے۔ جس مال میں وہ بخل کرتے ہیں عنقریب قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔" ابو جان نے ایک آیت کا حوالہ دیا اور کہنے لگے۔ "بیٹا کبھی اپنے رب کے ناشکرے نہیں ہونا چاہیے۔ اپنی بساط کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔ ایسے تنگ دل لوگ اس دنیا اور آخرت میں اجر نہیں پاتے۔"

ہم لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔

لیکن ابھی تک میرے ذہن میں یہ سوال بار بار مجھے پریشان کر رہا تھا کہ میں نے تو کبھی بخل نہیں کیا، میں تو کبھی تنگ دل نہیں رہا پھر کاشف نے مجھے، چیونٹی جیسا۔۔۔ کیوں کہا تھا۔ ابو جان کی باتوں سے چیونٹی کی مثال تو سمجھ آ گئی تھی لیکن یہ سمجھ نہیں آئی تھی کہ میں کیسے چیونٹی جیسا ہوں؟ اتنی دیر میں ننھی عبیرہ کو دیکھا وہ کمرے سے باہر نکل رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں میرا گولک تھا۔ اس گولک میں میری جیب خرچی کا کچھ حصہ جمع ہو رہا تھا۔ بچت کا میں نے کاشف کو بھی بتایا ہوا تھا، اور پھر ایک دم میرا خیال پلٹا اور پھر میں نے عبیرہ کے ہاتھ سے گولک لے کر زمین پر پٹخ دی۔ میری جیب خرچ کی بچت اتنی ضرور تھی کہ میں چاچا رئیس کے بیٹے بالے کے لیے نئی یونیفارم خرید سکتا۔ یقیناً کسی مجبور کی مدد کرنے سے آخرت میں گلے کے طوق اور نرا چیونٹی جیسا بننے سے بھی بچ جاؤں گا۔ سوچتے سوچتے رات کافی ہو گئی تھی، خوشی سے نیند نہیں آ رہی تھی لیکن صبح جلدی جاگنا تھا کیونکہ سکول جا کر بالے کو پی ٹی سعید کی مار سے جو بچانا تھا۔





واپسی

یاسر عمران

"حسن ہم پاکستان چھوڑ کر جا رہے ہیں" عثمان نے اپنے دوست حسن پر انکشاف کیا۔

"کیا؟ پاکستان چھوڑ کر جا رہے ہیں! مگر کیوں؟ اور کہاں جا رہے ہیں" حسن حیرانی کے سمندر میں غوطے لگا رہا تھا۔

"اس میں اتنی حیرانی کی تو بات نہیں بس ہم جا رہے ہیں میرے ابو کہتے ہیں کہ ہم انگلینڈ امریکہ یا پھر دبئی چلے جائیں گے" عثمان نے وضاحت کی

"مگر آخر ایسی کون سی وجہ پیدا ہوگئی کہ آپ لوگ اچانک ہی اپنا ملک چھوڑ کر جا رہے ہیں" حسن کی حیرانی برقرار رہی۔

"اچانک تو نہیں جا رہے ۔۔۔۔ ہمارے ابو تو پچھلے کئی سالوں سے ویزے کی کوشش میں تھے مگر ویزا مل نہیں پا رہا تھا اس لئے ہم نے بھی کبھی ذکر نہیں کیا مگر اب ایک موقع پیدا ہوا ہے اس لئے میں نے بھی آپ کو بتا دیا اور وجہ تو آپ کو میرے ابو یا پھر دادا جان بتا سکتے ہیں میں نہیں۔"

عثمان نے کہا اور حسن کے دل پر تیر سا چل گیا مگر وہ خاموش رہا۔

"ٹھیک ہے عثمان نے چلے جاؤ جہاں بھی رہو اللہ تمہیں خوش رکھے مگر یاد رکھو اس مٹی میں جو پیار ہے اور جو اپنائیت وہ تمہیں کہیں نہیں ملے گی اچھا تم انکل کو میرا سلام دینا اور اپنے دادا جان سے کہنا کہ میں وجہ پوچھنے ضروری آؤنگا" حسن نے افسوس بھرے لہجے میں کہا اور پھر دونوں دوست ایک دوسرے سے مل کر چل دیئے" مجھے خط تو لکھتے رہو گے نا۔"

عثمان نے واپس مڑتے ہوئے کہا" ہاں ہاں کیوں نہیں ضرور لکھوں گا تم بھی مجھے خط لکھتے رہنا، اچھا اللہ حافظ!" حسن نے گرم جوشی سے جواب دیا اور وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف ہاتھ ہلاتے ہوئے رخصت ہوگئے۔

حسن اور عثمان کراچی کے ایک متوسط علاقے میں رہتے تھے دونوں ہم جماعت ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے دوست بھی تھے ان دونوں کے والدین قیام پاکستان کے وقت ہجرت کر کے آئے تھے اور کراچی میں آباد ہو گئے تھے عثمان کے دادا اور حسن کے دادا ہندوستان میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ جان پہنچان رکھتے تھے انہوں نے ہجرت بھی اکھٹے ہی کی تھی اور ایک ہی جگہ پر سکونت اختیار کی تھی عثمان کے ابو ایک کالج میں لیکچرر تھے اور حسن کے ابو نے اپنے والد کی وفات کے بعد ان کا کپڑے کا چھوٹا موٹا کاروبار سنبھال لیا تھا اور دونوں گھرانوں کے درمیان اب بھی تعلقات قائم تھے اور ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا لگا رہتا تھا۔

حسن سارا راستہ عثمان اور اس کے گھر والوں کے بارے میں سوچتا ہوا جونہی گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کے ابو چھوٹی چھوٹی کیاریوں میں لگی ہوئی سبزیوں کو پانی دے رہے تھے وہ فوراً ان کے پاس پہنچا اور سلام کے فوراً بعد بولا

"ابو آپ کو پتہ ہے کہ عثمان اور اس کے گھر والے پاکستان چھوڑ کر جا رہے ہیں؟

مگر کیوں اور تمہیں کیسے پتہ چلا؟ حسن کے ابو بھی حیران ہو رہے تھے۔

"مجھے عثمان نے خود بتایا ہے کہ وہ امریکہ یا دبئی شفٹ ہو رہے ہیں"

حسن نے جواب دیا۔

"اچھا! مگر آصف بھائی نے تو ایسا کبھی ذکر بھی نہیں کیا چلو خیر شام کر چلے جائیں گے اور ان سے پوچھ لیں گے کہ وہ کیوں ایسا کر رہے ہیں۔" حسن کی امی نے بھی جب یہ بات سنی تو ان کا ردعمل بھی کچھ مختلف نہیں رہا تھا وہ بھی عثمان کے گھر والوں

کے اس فیصلے سے بہت حیران ہوئی تھیں پتا نہیں کہ آصف بھائی کو بیٹھے بٹھائے بیرون ملک جانے کا کیا شوق پیدا ہو گیا ہے؟'' حسن کی امی نے کہا۔

''چلیئے شام کو آپ بھی ہمارے ساتھ ان سے ہی جا کر پوچھ لیں گے۔'' حسن کی امی نے کہا

شام تک سب ہی تقریباً اس موضوع پر بات کرتے رہے کھانا وغیرہ کھا کر حسن کے ابو نے رکشہ لیا اور سب ان کے گھر پہنچ گئے۔

عثمان اور اس کے گھر والوں نے انہیں پر تپاک طریقے سے خوش آمدید کہا اور سب خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے حسن کی امی اندر جا کر عثمان کی امی کے قریب بیٹھ گئیں پھر کافی دیر بعد حسن کے ابو نے بات چھیڑی،'' آصف بھائی سنا ہے کہ آپ بیرون ملک جا رہے ہیں۔''

آصف بھائی نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا مگر کیوں! جانا چاہتے ہیں ؟ کوئی وجہ بھی تو ہو احمد صاحب کے لہجے میں ہلکا سا احتجاج تھا۔

''کوئی ایک وجہ ہو تو بتاؤں یہاں تو قدم قدم پر نا انصافی حق تلفی اور ظلم وستم کا بازار گرم ہے میں کیا کیوں اور کس سے کہوں؟ بس اب ایک ہی حل سمجھ میں آتا ہے کہ ہم یہ ملک ہی چھوڑ دیں اور کسی ایسی جگہ جا بسیں جہاں انصاف کی حکمرانی ہو پاکستان نے آخر ہمیں دیا ہی کیا ہے اور یہاں رکھا ہی کیا ہے بس اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے جلد از جلد یہاں سے چلا جاؤں میرے جاننے والے نے دبئ اور انگلینڈ کے ویزے لائے ہوئے ہیں جو بھی ہمیں مل گیا ہم وہاں چلے جائیں گے'' آصف صاحب کا لہجہ احساس محرومی احتجاج اور ہلکے ہلکے غصے کا رنگ لئے ہوئے تھا۔ تمام لوگ ان کے گرد اکھٹے ہو گئے تھے عثمان کے دادا جان بھی تکیئے سے ٹیک کر بیٹھے ہوئے تھے۔

''آصف بھائی آپ اتنے مایوس ہو گئے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ یہ بھی ایک نا انصافی ہے جو آپ اس پیارے وطن کے ساتھ کرنے جا رہے ہیں چاچا جی! آپ ہی انہیں سمجھائیں کہ یہ آزادی یہ مقام اور یہ عزت واحترام کا مرتبہ اس پاکستان کی بدولت ہی ملا ہے آج بھی کالج اور یونیورسٹی جاتے ہیں تو راستے میں طلباء اور دوسرے لوگ اٹھ کر آپ کے مقام اور مرتبے کو بلند کر دیتے ہیں آپ بیرون ملک میں لاکھ بڑے انسان بن جائیں لاکھ اونچے عہدے پر فائز ہو جائیں آپ کی حیثیت دوسرے درجے کے شہری کی ہی رہے گی۔ احمد صاحب جذبات بھرے لہجے میں بولتے رہے اور آخر میں وہ آصف صاحب والد سے مخاطب ہوئے جنہیں وہ چاچا جی کہتے تھے۔

''بیٹے تم ٹھیک کہتے ہو تمہاری سب باتیں ٹھیک ہیں مگر اب میں بھی کوئی دلیل نہیں دیتا کچھ بھی نہیں کہتا بلکہ میرا خیال ہے کہ آصف ٹھیک ہی کر رہا ہے دوسرے درجے کا شہری بن کر رہنا بہتری ہی ہے کم از کم کوئی نا انصافی تو نہیں ہوتی وہاں''انہوں نے کہا

''کیا کہا چاچا جی آپ بھی ایسا چاہتے ہیں لیکن آخر بتائیں تو سہی کہ آخر ایسا ہو کیا گیا ہے کہ آپ سب لوگ ایسا سوچ رہے ہیں'' احمد صاحب کی حیرانی کی انتہا ہو گئی۔

احمد بھائی آپ کو کیا بتائیں ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے آپ جانتے نہیں ہیں کہ آج سے اٹھارہ سال پہلے جب میں نے سول سروسز کے امتحان میں صوبہ بھر میں تیسری پوزیشن حاصل کی تھی تو مجھے کامل یقین تھا کہ مجھے کم از کم سیکشن آفیسر کی پوسٹ ضرور مل جائیگی مگر چونکہ میرے پاس اسی ہزار روپے رشوت دینے کیلیئے موجود نہیں تھے اس لئے مختلف بہانوں سے مجھے ٹالا جاتا رہا اور پھر ایک دور افتادہ کالج میں مجھے لیکچرر لگا کر بھیج دیا گیا میں نے عدالت میں کیس کیا مگر پانچ سال بعد عدالت نے کمیشن کا فیصلہ بحال رکھا میں اس پوسٹ پر کبھی نہ جاتا اگر انہی دنوں ایک سیاسی جماعت کے غنڈوں نے ابا جی کی کریانہ کی دکان نہ جلا ڈالی ہوتی آپ جانتے ہیں کہ تیرہ سال ہو گئے ہیں لیکن اس دکان کا کیس عدالتوں میں گھسیٹ رہا ہے میں نے گھر کے حالات کو دیکھتے ہوئے اسی لیکچرر شپ کو قبول کیا دو سال تک میری تنخواہ ہی جرمانے کے نام پر کٹوتی ہوتی رہی جب میں نے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھنے پر گولڈ میڈل حاصل کیا تو پروموشن میرا حق بن گیا مگر رشوت اور سفارش کا نہ ہونا آڑے آیا اور مجھے بمشکل شہر کے کالج میں ٹرانسفر پر ٹرخا دیا گیا میری تیرہ سالہ سروس میرے بہترین ریکارڈ کی گواہ ہے مگر اس عرصے میں مجھے صرف اسٹنٹ پروفیسر بنایا گیا گزشتہ دو سالوں سے پروفیسر کے عہدے پر ترقی پانے والوں کی لسٹ میں سر فہرست تو میں ہوں لیکن مجھ سے جونیئر تو پروفیسر بنتے جا رہے ہیں مگر میری ترقی نہیں ہو پا رہی جب میں نے احتجاج کیا تو مجھے دو ماہ کی جبری رخصت پر بھیج دیا گیا آپ کو معلوم ہے کہ ہجرت کے وقت ابا جی کے نام جو مکان الاٹ ہوا تھا وہ حیلے بہانوں سے کمشنر صاحب نے ہتھیا لیا تھا ہم نے یہ مکان قرض لیکر تعمیر کیا تھا مگر اب چونکہ یہ کینٹ میں آ رہا ہے اس لئے اسے بحق سرکار ضبط کرنے کا حکم عدالت نے جاری کر دیا ہے ہم نے صدر اور وزیر اعظم تک اپنی درخواست پہنچائی ہے مگر کہیں شنوائی نہیں ہوئی اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس سے پہلے کہ ہمیں یہاں سے دھکے مار کر نکالا جائے ہم یہ ملک ہی چھوڑ دیتے ہیں آپ یقین رکھیں کہ پاکستان کی محبت ہمیشہ خون میں شامل رہے گی اور اس کی مٹی کی مہک ہمیشہ میری سانسوں کو معطر رکھے گی کیونکہ اس مٹی میں میری ماں میری دو بہنوں اور ایک بھائی کا خون شامل ہے ان کے اور ان کے جیسے دوسرے ہزاروں شہداء کا خون ہی اس مقدس سرزمین کی عظمت کی گواہی ہے اور میرے لئے عزت واحترام کا باعث بننے کیلئے کافی ہے۔

(باقی صفحہ نمبر 25,26 پر ملاحظہ فرمائیں)



محمود غزنویؒ

حماد جمیل، میاں گجر پشاور

اسلامی تاریک ایسے ہیروز کے واقعات سے بھری پڑی ہے جنہوں نے دین اسلام کی سر بلندی کیلئے اور دنیا میں اسلام کا علم لہرانے کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔اور حق کی راہ میں سر کٹائے ان ہیروز میں سے ایک ہیرو کی داستان آج میں بنانے جا رہا ہوں جس کے متعلق اقبال نے کہا تھا

نہ وہ عشق میں رہے گرمیاں نہ وہ حسن میں رہی شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے ذلف ایاز میں

محمود غزنوی سبکتگین کا سب سے بڑا بیٹا تھا اس کی پیدائش ۳۵۷ء بمطابق ۹۶۷ء میں ہوئی روایت ہے کہ محمود کی پیدائش سے قبل سبکتگین نے خواب دیکھا کہ اس کے گھر میں آتش دان سے ایک درخت اگا جس کا سایہ دنیا کے بڑے حصے میں پھیل گیا۔

محمود غزنوی ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے وہ بچپن ہی سے بہت ذہین، ہوشیار اور بہادر تھا بڑے بڑے سرداران کے کمالات کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کے فروغ پر سلطان محمود نے بہت زور دیا ۔ مسجد کے ساتھ مدرسے قائم کیئے گئے کتب خانوں کے علاوہ عجائب خانے بھی کھلوائے ۔محمود ایک نڈر، بہادر انسان تھے وہ ایک کامیاب دفاع تھا اپنی فتوحات اور سلطنت کی وسعت کے لحاظ سے محمود سکندر سے بڑا فاتح اور بادشاہ تھا اپنی فاتحانہ صفات کے اعتبار سے محمود غزنویؒ حضرت خالد بن ولیدؓ کے معیار کا ایک انسان تھا حضرت خالد بن ولیدؓ کی طرح اس نہ بھی اپنے بے شمار معرکوں میں کبھی شکست نہیں کھائی آپ کی کامیابی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ہندوستان پر 17 چڑھائیاں کیں مگر کسی ایک میں بھی شکست نہیں کھائی جنگ میں مقابل فوجیں اس کا نام سن کر پس پا ہو جاتی تھیں قلعوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور لشکر بھاگ کھڑے ہوتے تھے مجموعی طور پر محمود چنگیز اور تیمور سے بہتر کشو رکشا تھا۔۹۷۷ء سے ۹۹۷ء تک سبکتگین کے عہد خلافت میں معرکہ آرائیوں میں گزارے سب سے پہلا معرکہ سلطنت غزنی کی سرحدی علاقوں پر پنجاب کے راجہ جے پال کے حملے سے بر پا ہوا یہ جنگ پشاور سے جلال آباد تک پھیلی ہوئی وادی لمغان میں ہوئی ۔سبکتگین نے اس معرکے م یں حملہ آور جے پال کو شکست دی اس موقع میں نوجوان محمود نے بھی لڑائی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

۹۹۷ء میں سبکتگین کی وفات ہوئی تو اس کی سلطنت عملاً خراسان ، افغانستان و بلخ اور ہندوستان کے شمالی مغربی سرحدوں تک پھیل چکی تھی ، سبکتگین کی وفات پر چند ماہ کیلئے محمود کے چھوٹے بھائی اسماعیل نے غزنی کی دارالسلطنت پر قبضہ کر لیا اور محمود کے سمجھانے کے باوجود اپنی اس حرکت سے باز نہیں آیا اور لڑائی پر آمادہ ہو گیا اور بالآخر اس نے محمود کے ہاتھوں شکست کھائی۔

۹۹۸ء میں محمود تخت نشین ہوا اور تین سال بعد ۱۰۰۱ء میں جب راجہ جے پال نے جارحانہ اقدام کر کے اپنی عادت اور معمول کے مطابق ایک بار پھر افغانستان پر ایک زبردست لشکر کے ساتھی یلغار کی محمود نے پشاور کے قریب اس لشکر جرار کی پیش قدمی روک دی بعض مورخین نے اس فوک کی تعداد کا اندازہ پانچ لاکھ سے زائد لگایا ہے محمود غزنوی نے پندرہ ہزار جانبازوں کو اس تدبیر اور جرات کے ساتھ لڑایا کہ چند گھنٹوں کے اندر نہ صرف ہندوستانی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے بلکہ ہزاروں یا لاکھوں قیدیوں کیساتھ خود مہاراجہ جے پال بھی اپنے سرداروں اور شہزادوں سمیت محمود کی قید میں آ گیا اکثر مورخین اسی کو ہندوستان پر محمود کا پہلا حملہ قرار دیتے ہیں ۔اسکے بعد یکے بعد دیگرے محمود نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے مگر کسی ایک میں بھی شکست نہیں کھائی لیکن حقیقت یہ ہے کہ محمود نے جس طرح ہندوستان میں جنگیں لڑیں اسی طرح افغانستان و خراسان میں بھی وہ ہر جنگ میں فتح یاب ہوا سچی بات یہ ہے کہ وہ نہ تو جنگ باز تھا نہ ظالم اس کی جنگیں بالعموم اپنی سلطنت کے دفاع کیلئے حملہ آوروں کی پیش بندی کے طور پر یا ظلم و نا انصافی کی سرکوبی کے مقصد سے ہوتی تھیں سلطان محمود نے عالی شان عمارتیں بھی تعمیر کروائیں ان میں سب سے مشہور مسجد عروس الفلک ہے جس کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ وقت کے پہلے سے مشہور ترین مسجد جامع دمشق سے بھی زیادہ اس کے حسن و جمال کا چرچا ہوا اور اسے حسین ترین مسجد تسلیم کر لیا گیا۔

محمود کی وفات ۱۰۳۰ء میں ہوئی اس وقت اس کی عمر ۶۲ سال تھی جبکہ وہ ۳۰ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا محمود صرف فاتح ہندوستان نہیں، فاتح عالم بھی تھا علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کو ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی



فلسطین

مسجد ابراہیمی (الخلیل)

"فلسطین کی قدیم تاریخ"

فلسطین کے قدیم باشندے کنعانی اور فلسطینی تھے جو فلسطینی عربوں کے آباؤ اجداد تھے۔ان کے نام پر یہ ملک فلسطین یا کنعان کہلایا۔1800ق م کے لگ بھگ حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے بھتیجے لوط علیہ السلام عراق سے ہجرت کر کے فلسطین پہنچے، انہوں نے وسطی فلسطین میں جس پہاڑی پر قیام کیا، وہاں بعد میں حضرت یعقوب علیہ السلام (ابراہیم علیہ السلام کے پوتے) نے اللہ کے حکم سے مسجد تعمیر کی جو بیت ہمقدش یا بیت المقدس کہلائی اس کے اردگرد شہر بس گیا تو وہ بھی بیت المقدس کے نام سے مشہور ہوا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے بیٹے اسحٰق علیہ السلام بیت المقدس کے جنوب میں جرون (Hebron) میں مقیم رہے جو آج کل الخلیل کہلاتا ہے یہیں حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بارہ بیٹے رہتے تھے، جن میں یوسف علیہ السلام بھی شامل تھے۔

"بنی اسرائیل مصر سے فلسطین تک"

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا اس لئے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔حضرت یوسف علیہ السلام کے ذریعے مصر میں بنی اسرائیل کو عروج حاصل ہوا، مگر ڈیڑھ دوسو سال بعد مصر کے اصل باشندوں قبطیوں نے اقتدار پر قبضہ کر کے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا لیا۔ پھر تقریباً تین سو برس تک بنی اسرائیل قبطیوں کے ظلم وستم سہتے رہے حتیٰ کہ اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ہمراہ فلسطین کا رخ کیا راہ میں کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے تورات عطا کی۔

بنی اسرائیل فلسطین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اب بنی اسرائیل کو مواب (اردن) میں لے آئے جہاں کوہ نبو پر موسیٰ علیہ السلام نے وفات پائی ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت یوشع بن نون بھی نبی تھے ان کی قیادت میں بنی اسرائیل نے فلسطین فتح کر لیا پھر دسویں صدی ق م میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے نبی اور بادشاہ ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے نبی اور بادشاہ ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) دوبارہ تعمیر کی اور یہودی اسے ہیکل سلیمانی کہنے لگے۔

"یہودیہ اسرائیل"

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی جنوب میں یہودیہ اور شمال میں اسرائیل یہودیہ کا دارالحکومت یروشلم (بیت المقدس) تھا اور اسرائیل کا سامریہ ۔ 723 ق م میں آشوریوں نے ریاست اسرائیل پر قبضہ کر لیا۔ پھر 586ق م میں بابل (عراق) کے بادشاہ بخت نصر نے یروشلم کو برباد کیا اور ہیکل سلیمانی ڈھا دیا، وہ ایک لاکھ یہودیوں کو غلام بنا کر عراق لے گیا۔

539ق م میں شہنشاہ ایران کوروش اعظم (سائرس) نے بابل فتح کیا تو یہودیوں کو رہائی ملی۔ چنانچہ انہوں نے فلسطین آ کر ہیکل سلیمانی دوبارہ تعمیر کیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

پہلی صدی ق م میں بت پرست رومی فلسطین پر قابض ہو گئے رومی جرنیل ٹائٹس نے 70ء میں یہودیوں کی بغاوت کچل کر یروشلم اور ہیکل سلیمانی تباہ کر دیئے رومیوں نے ملک کا نام فلسطین اور یروشلم کا نام ایلیا رکھ دیا 132ء میں یہودیوں نے پھر بغاوت کی تو شہنشاہ ہیڈرین نے انہیں جلاوطن کر دیا ۔تب یہودی عرب، کوہ قاف اور افریقا کی طرف نکل گئے۔

نبی کریم ﷺ کی بیت المقدس تشریف آوری

حضرت محمد ﷺ 620ء میں فرشتہ جبرائیل علیہ السلام کے ہمراہ براق پر مکہ المکرّمہ سے بیت المقدس تشریف لائے تھے یہاں آپ نے مسجد اقصیٰ کے مقام پر انبیاؑ کی جماعت کی امامت کرائی تھی پھر جبرائیلؑ کے ساتھ آسمانی معراج پر تشریف لے گئے تھے آپ کا مکہ سے بیت المقدس تک سفر اسراء کہلاتا ہے، مسجد اقصیٰ کے احاطے میں جس دیوار کے ساتھ آپؐ نے اپنا براق باندھا تھا وہ حائط البراق (براق کی دیوار) کہلاتی ہے۔

مسجد اقصیٰ

جب بیت المقدس فتح ہوا

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں فلسطین کے محاذ پر رومیوں کے خلاف دو بڑی جنگیں لڑی گئیں جنگ اجنادین (جولائی 634ء) اور جنگ بیسان (جنوری 635ء) ان دونوں میں رومیوں کو شکست ہوئی۔ پھر اگست 636ء میں جنگ یرموک نے شام اور فلسطین کے دروازے مسلمانوں پر کھول دیئے حضرت عمرو بن العاصؓ نے سبسطیہ (سامریہ) نابلس، لد، عمواس اور بیت جبرین فتح کر کے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا، پھر بیت المقدس کے بڑے پادری سفرونیوس کے مطالبے پر امیر المومنین حضرت عمرؓ بیت المقدس پہنچے اور مئی 637ء میں صلح نامے کے مطابق شہر فتح ہوگیا۔

مسجد اقصیٰ کی تعمیر

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور محراب داؤد کے پاس دو رکعت نماز ادا کی۔ حضرت عمرؓ کے حکم پر یہاں مسجد تعمیر کی گئی جو قرآنی وحی کے مطابق مسجد اقصیٰ کہلائی انہوں نے صخرہ کی صفائی کرائی جہاں عیسائیوں نے یہود دشمنی میں کوڑا کرکٹ کا ڈھیر لگا رکھا تھا بعد میں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان (686-705ء) نے صخرہ پر خوب صورت گنبد بنوایا جسے قبۃ الصخرہ کہا جاتا ہے عبدالملک نے مسجد اقصیٰ کی نئی عمارت بنوانی شروع کی جس کی تکمیل اس کے جان نشین ولید کے عہد (705-715ء) میں ہوئی۔

صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو آزاد کرایا

سلطان صلاح الدین ایوبی (1174-1193ء) مصر و شام کے عظیم حکمران تھے انہوں نے شمالی فلسطین میں جنگ حطین (مئی 1187ء) میں صلیبیوں کو شکست فاش دی اور دو ماہ بعد بیت المقدس ان سے خالی کرالیا، انہوں نے قبۃ الصخرہ پر نصب طلائی صلیب اتار کر وہاں ہلال نصب کیا، الصخرہ کے گرد کی دیوار اور قربان گاہ ہٹا دی نیز اس کے گنبد پر دوبارہ سنہری رنگ پھروایا، انہوں نے چند ساحلی شہروں کے سوا سارا فلسطین آزاد کرالیا، فتح بیت المقدس کے وقت سلطان نے عیسائیوں سے کوئی انتقام نہ لیا اور انہیں معمولی فدیے کے عوض شہر سے جانے دیا حتیٰ کہ نادار اور بوڑھے عیسائیوں کا فدیہ اپنی جیب سے ادا کیا۔

فلسطین پر قبضے کا صیہونی منصوبہ

1897ء میں سرکردہ یہودی باسل (سوئٹزرلینڈ) میں جمع ہوئے اور انہوں نے عالمی صیہونی تنظیم کی بنیاد رکھی جس نے دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے وثیقے (پروٹوکولز) تیار کئے جن میں فلسطین پر قبضے کا منصوبہ سرفہرست تھا۔ جب عثمانی خلیفہ عبدالحمید ثانی (1876-1909ء) نے فلسطین میں یہودی کی آبادکاری کی درخواست مسترد کر دی تو صیہونیوں نے سازشوں کا تانا بانا بنا، چنانچہ ترکی پر جنگ طرابلس (1911ء) اور جنگ بلقان (1912ء) مسلط کی گئیں، پھر انہیں جنگ عظیم اول میں الجھایا گیا اس دوران میں شریف مکہ حسین بن علی انگریزوں سے مل گیا اور باغی عربوں نے حجاز ریلوے (دمشق تا مدینہ) جگہ جگہ سے اڑا دی یوں ترک حجاز کو خالی کرنے پر مجبور ہوگئے ادھر برطانوی فوج فلسطین پر حملہ آور ہوئی اور دسمبر 1917ء میں انگریز بیت المقدس پر قابض ہو گئے اس وقت برطانوی جرنیل ایلن بی نے کہا میں آخری صلیبی فاتح ہوں۔



پیارے بچو!

فلسطین کو انبیاءؑ کی سرزمین کہا جاتا ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے کئی انبیاء کو بھیجا ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ بھی معراج پر یہیں سے تشریف لے گئے تھے قبلہ اول یعنی بیت المقدس یہیں واقع ہے حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں یہ علاقہ فتح ہوا تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے یہاں رہنے والے یہودیوں اور عیسائیوں سے ہمیشہ اچھا سلوک کیا مگر انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں اور مکاری سے یہاں اسرائیل کے نام سے ایک غیر قانونی یہودی ریاست قائم کرلی۔

پیارے مزاح

”دور کا بھائی“

پہلا دوست (دوسرے سے) کیا تم اکبر کو جانتے ہو؟

دوسرا دوست: ہاں وہ میرا دور کا بھائی ہے“

پہلا دوست: وہ کس طرح؟

دوسرا دوست: ہم بارہ بہن بھائی ہیں میں سب سے چھوٹا ہوں۔ وہ سب سے بڑا۔

مرسلہ: سیدہ ماہ روش گیلانی پشاور

☆☆☆☆

”سخی آدمی“

ایک دوست: دوسرے سے یار میرے ماموں بڑے سخی آدمی ہیں وہ روزانہ لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

دوسرا دوست: تعجب سے وہ کیسے؟؟

پہلا دوست: کیوں کہ وہ ہوٹل میں کام کرتے ہیں۔

مرسلہ: سیدہ ماہ روز گیلانی پشاور

☆☆☆☆

”کرایہ“

عورت نے رکشے سے اتر کر رکشے والے کو پانچ روپے کرایہ تھما دیا۔

رکشے والا: ماں جی آپ کے ساتھ تو دس روپے پر بات ہوئی تھی۔

عورت: غصے سے برا ہو تمہارا تم بھی تو میرے ساتھ رکشے میں سوار ہو کر آئے ہو، پانچ روپے تمہارا کرایہ پانچ روپے میرا۔

مرسلہ: دانیال، مردان

☆☆☆☆

”جیسے کو تیسا“

ایک آدمی نقلی نوٹ چھاپتا تھا ایک دن اس نے غلطی سے پندرہ روپے کا نوٹ چھاپ ڈالا۔ اس نے سوچا گاؤں میں چل جائے گا وہاں عقلمندوں کی کمی ہوتی ہے چنانچہ وہ وہاں ایک دن پر پہنچا اس نے دیہاتی دکاندار کو نوٹ دے کر ایک روپے کی ٹافی دینے کو کہا اور باقی چودہ روپے مانگے دکاندار نے نوٹ دیکھا، ٹافیاں دیں، اور اپنی جیب سے سات سات روپے کر کے دو نوٹ اس آدمی کی طرف بڑھا دیئے۔۔

مرسلہ: عبدالرحیم وعبدالسلام، بنوں

☆☆☆☆

”منگل کو جمعہ“

”مالک نوکر سے کہاں گئے تھے؟

نوکر: جمعہ پڑھنے گیا تھا مالک

مالک: لیکن آج تو منگل ہے۔

نوکر: جمعے کے دن بہت رش ہوتا ہے تو میں نے سوچا آج ہی پڑھ لوں۔

مرسلہ: حذیفہ اسحاق، سرائے نورنگ

☆☆☆☆

”تھپڑ کا جرمانہ“

اک پاگل نے ایک آدمی کو تھپڑ مارا دونوں کو عدالت میں لے جایا گیا جج نے پاگل کو سزا سنائی کہ تم 5 روپے جرمانہ ادا کرو پاگل نے 10 روپے دے کر ایک تھپڑ جج کو بھی مار دیا اور کہا آپس میں پانچ پانچ بانٹ لو، میرے پاس کھلے نہیں ہیں۔

قدیر اقبال: صوابی

☆☆☆☆

”مریض ہو تو ایسا“

ڈاکٹر: طبیعت کیسی ہے؟

مریض: پہلے سے زیادہ خراب ہے۔

ڈاکٹر: دوائی کھالی تھی؟

مریض: خالی نہیں تھی بھری ہوئی تھی۔

ڈاکٹر: میرا مطلب دوائی لے لی تھی؟

مریض: جی آپ ہی سے تو لی تھی۔

ڈاکٹر: بیوقوف دوائی پی لی تھی؟

مریض: نہیں جی دوائی نیلی تھی۔

قدیر اقبال: صوابی

آسان حل

بے وقوف دوستوں نے دو گھوڑے خریدے چونکہ دونوں کا ماڈل ایک تھا اس لئے مسئلہ یہ درپیش ہوا کہ کس طرح پتہ چلے کہ کونسا گھوڑا کس کا ہے؟

ایک دوست بولا یہ کونسا مشکل کام ہے میں اپنے گھوڑے کی دم کاٹ دیتا ہوں پس انہوں نے ایک گھوڑے کی دم کاٹ لی صبح اٹھے تو پتا چلا کہ کسی ستم ظریف نے دوسرے کی دم بھی کاٹ لی ہے۔

اب فیصلہ ہوا کہ ایک کا کان کاٹ لیا جائے مگر اگلی صبح دوسرے گھوڑے کا بھی کان کٹا ہوا تھا۔

دونوں بڑے پریشان ہوئے آخر کار بڑی دیر سوچنے کے بعد ایک دوست نے ایک ایسا حل تجویز کیا جو رہتی دنیا تک غور وفکر کرنے والوں کیلئے مشعل راہ رہے گا انہوں نے فرمایا ایسا کرتے ہیں کہ کالا گھوڑا تم لے لو اور سفید مجھے دے دو۔

☆☆☆☆

”آبشار“

ایک گائیڈ آبشار کی پاس کھڑا بتا رہا تھا ”حضرات یہ دنیا کی مشہور ترین آبشار ہے اس آبشار کا شور میلوں دور سے سنائی دیتا ہے میں اب خواتین سے گزارش کروں گا کہ وہ ذرا خاموش ہو جائے تا کہ آبشار کا شور سنائی دے سکے“

مرسلہ: زرک حسن: دیر لوئر

☆☆☆☆

پیارے بچوں! ننھے ادیب کے نام سے یہ سلسلہ آپ جیسے ذہین اور ننھے لکھاریوں کیلئے ہے اگر آپ بھی اسی طرح کی کوئی کہانی لکھ سکتے ہیں تو پھر دیر کس بات کی قلم اٹھائیں اور کہانی لکھ کر ہمیں بھیجیں۔ اگر وہ بہترین ہوئی تو ہم اسے شائع بھی کریں گے اور آپ کو انعام بھی بھیجیں گے۔

ننھے ادیب

مما کا تحفہ

سیدہ ماروش گیلانی

مما دیکھیں زینی کے پاپا نے اس کیلئے دبئی سے میوزک والی گڑیا لائی ہے جو گانا بھی گاتی ہے اور ڈانس بھی کرتی ہے صباء نے بھاگتے ہوئے مما کے پاس آکر کہا ''زینی'' نے گڑیا کو فرش پر رکھ کر بٹن آن کر دیا گڑیا کا لباس دیکھ کر مما کو پسینہ آ گیا زینی نے فاخرانہ انداز میں صباء کی طرف دیکھا اور صباء نے پر شوق نگاہوں سے گڑیا کی طرف دیکھا۔ جہاں ایک ایسی ہی گڑیا کی تمنا کروٹ لے رہی تھی زینی نے گڑیا اٹھائی اور یہ جا وہ جا۔ اس کے پیچھے صباء کو دیکھ کر صبا کی ماں نے گہرا سانس لیا۔ اسی دوران صبا کی امی بازار گئی انہیں صبا کو سکول میں پہلی پوزیشن لینے پر تحفہ دینا تھا۔ کھلونوں کی دوکان پر بھالو گڑیا، بلی ڈوگی باربی ڈول، سب رد کرتی چلی گئی یہ سب چیزیں بچوں کے ذہن کو خراب کر دیتی ہیں دکاندار نے غصے سے کہا '' آخر آپ کیا چاہتی ہے'' میں ایک ایسا چیز چاہتی ہوں جسے دیکھ خدا یاد آئے۔ بے حجاب گڑیا صبا کے لئے قاتل ہے بھالو ہماری تہذیب سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تو یوں کہیں نا باجی کہیں آپ کو کچھ نہیں چاہیے۔ دکاندار نے غصے میں کھلونوں کو سمیٹنا شروع کر دیا، بالآخر بڑی تگ و دو کے بعد مما کو گفٹ مل گیا۔

اسی شام رزلٹ کی خوشی میں تقریب کا اہتمام تھا سب ہی نے تحائف کا اہتمام کیا تھا ''فزا'' نے انوکھا گفٹ دینے کا سوچا تھا اس کے ہاتھ میں کاغذ کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا۔ سب نے پر تجسس نگاہوں سے دیکھا اس نے نظم کی صورت میں اپنی دوست کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کیا سامعین نے زور سے تالیاں بجائیں، صبا نے دل سے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میری عزیز دوست کی طرف سے اس سے شاندار تحفہ نہیں ہوسکتا۔ تقریب میں شرکت کرنے والی تمام دوستوں نے تحائف کا بندوبست کیا تھا تحفے چونکہ پیک تھے لہٰذا سبھی کو اشتیاق تھا کہ اس میں کیا ہوگا صبا کھولو تمہارے مما پاپا نے تمہارے لئے کیا لیا ہے پہلے پاپا کا گفٹ کھولا گیا جس میں سے گلابی رنگ کا سکارف نکلا اب ''مما'' کے گفٹ کی باری تھی آخر اللہ اللہ کرکے ایک ڈبہ برآمد ہوا صبا یہ تو میوزک باکس ہے فاطمہ نے کہا نہیں جی میری مما میوزک باکس نہیں لاسکتی جب ڈبہ کھولا تو اس نے ایک لیپ ٹاپ برآمد ہوا صبا نے پہلا بٹن دبا دیا تو ایک قاری نے اسلام علیکم کہا، اور پھر دوسرا بٹن دبایا تو اچھی آواز میں تلاوت شروع ہو گئی۔ ''واو زبردست'' میری مما دنیا کی سب سے اچھی ماہیں میں اسی لیپ ٹاپ سے حفظ کروں گی اس نے ''زینی'' کا ہاتھ ملا دیا اور کہا اب ہم فضول کاموں کو چھوڑ دیں گی اور ہم دونوں اسی سے حفظ کریں گے مما ان کی باتوں کو سن کر بہت خوش ہو گئیں۔

رزق حلال

شایان جاوید

احمد پانچویں جماعت کا طالب علم تھا وہ بہت محنتی تھا اور اپنی جماعت میں اول آتا تھا وہ غریب والدین کا بیٹا تھا اور اس کے پانچ بہن بھائی تھے احمد سب سے بڑا تھا احمد کے ابو کھلونے بیچتے تھے احمد کے ابو بہت محنت کرتے تھے مگر اتنے افراد تھوڑی سی آمدنی میں گزارہ نہیں کر پاتے تھے وہ بہت پریشان رہتے تھے پھر ایک دن انہوں نے محنت کو چھوڑ کر ناجائز طریقے سے روزی کمانے کی ٹھانی تاکہ وہ بھی دوسروں کی طرح خوشحال زندگی گزار سکیں احمد اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑا ہونے کی وجہ سے ذہین اور سمجھدار بھی تھا جب اس نے دیکھا کہ اس کہ ابو اب زیادہ دن گھر پر گزرتے ہیں اور پیسوں کی بھی کوئی مسئلہ نہیں تو اس نے اپنے ابو سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟؟؟ انہوں نے احمد کو ڈانٹ دیا مگر احمد سمجھ گیا کہ اس کے ابو نے حلال طریقے سے روزی کمانے کی بجائے حرام طریقے کو اپنا لیا ہے تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سکول چھوڑ کر خود محنت کرے گا اور اپنے بہن بھائیوں اور امی کو حلال روزی کھلائے گا ان دنوں اس کے سکول میں گرمیوں کی چھٹیاں تھیں وہ صبح سویرے اٹھا اور ناشتہ کر کے کھلونے بیچنے چلا گیا شام کو اس نے جو پیسے محنت سے کمائے تھے اپنی امی کو دیئے جب اس کے ابو کو پتہ چلا تو انہوں نے احمد سے پوچھا کہ وہ کیوں یہ کام کر رہا ہے۔ اسے تو پڑھنا چاہئے احمد نے جواب دیا کہ ابو جان آپ ہم سب کیلئے مثال تھے کہ پڑھ لکھ کر آپ کی طرح محنت کروں گا مگر جب آپ نے پیسہ کمانے کا غلط راستہ اپنا لیا تو میں نے سوچا پڑھنے سے بہتر ہے کہ میں آپ کے ساتھ مل کر کام کروں تاکہ آپ پھر سے محنت سے روزی کمائیں احمد کے ابو بہت شرمندہ ہوئے اور انہوں نے اپنے پیارے بیٹے احمد سے وعدہ کیا اور وہ اب محنت کریں گے اور اپنے بچوں کو حلال روزی کھلائیں گے تاکہ بھی پڑھ لکھ کر اپنے والد کی طرح محنت کریں سچ اور حلال روزی میں ہی برکت ہے سچ کہتے ہیں حلال روزی کمانے میں جتنا مزہ ہے وہ حرام میں نہیں۔



ڈیزائن والا کمبل

احمد عدنان طارق

آج کل نونی خرگوش بہت مصروف تھا کیونکہ وہ جنگل کے ایک خاص درخت کی چھال سے اپنے لئے کمبل بنا رہا تھا۔لیکن درخت کی چھال بہت سخت تھی کئی دن سخت محنت کرنے کے باوجود بھی وہ اس چھال کو نرم نہیں کر سکا، آخر وہ بہت تھک گیا۔ وہ خود سے بولا اچھا مجھ سے تو یہ کمبل نہیں بنتا، اب میں کسی ایسے جانور کو ڈھونڈتا ہوں جو مجھے یہ کمبل بنا کر دے گا اس نے اس کام کیلئے شیر کے بارے میں سوچا کیونکہ وہ بہت تگڑا ہوتا ہے اس لئے وہ ضرور یہ کمبل بنا لے گا۔

یہ سوچ کر نونی شیر کے گھر گیا، شیر گھر پر موجود تھا لیکن نونی (خرگوش) اس کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد شیر اور شیرنی گھر سے شکار کرنے نکلے جب وہ گھر سے چلے گئے تو خرگوش شیر کے گھر میں داخل ہوا۔ گھر میں صرف شیر کا ننھا بچہ موجود تھا خرگوش بولا شیر کدھر ہے ننھے بچے؟ میرے پاس اسکے کرنے کا کچھ کام ہے" شیر کا بچہ بولا میرا باپ اور میری ماں دونوں کھانا لینے گئے ہیں" خرگوش نے چھال کا ٹکڑا زمین پر رکھا اور کہنے لگا یہ ہے تمہارے باپ کیلئے کرنے کو کام اسے بتانا کہ کوئی خاص آدمی آیا تھا اور وہ کہہ گیا ہے کہ اس چھال سے ایک کمبل بنا دے اور یہ کمبل بہت نرم ہو اور بہت جلدی بھی بن جائے ۔شیر کا بچہ مودبانہ انداز میں بولا "جی! میں انہیں بتا دوں گا" لیکن شیر کا بچہ ہرگز نہیں جانتا تھا کہ نونی آخر ہے کون؟ اس گفتگو کے بعد خرگوش اپنے گھر چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد شیر اور شیرنی شکار کے بعد واپس گھر آئے، شیر نے چھال کا ٹکڑا فرش پر پڑا ہوا دیکھا تو پوچھا "یہ کیا پڑا ہوا ہے؟" شیر کا بچہ بولا "ایک خاص آدمی آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ یہ آپ کے باپ کے کرنے کیلئے کام ہے۔ اسے کہنا کہ وہ اس چھال سے ایک کمبل بنا دے جو بہت نرم ہو اور اسے کہنا کہ یہ کام وہ جلد از جلد کر دے۔ لہٰذا اگلے دن خرگوش گیا اور شیر کے گھر کے قریب ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا اور دیکھتا رہا، پھر جب شیر اور شیرنی گھر سے شکار کرنے چلے گئے تو شیر کے گھر داخل ہوا شیر کا بچہ اکیلا گھر میں موجود تھا خرگوش نے اسے کہا تمہارا باپ شیر کدھر ہے؟ کیا اس نے میرا کمبل بنا دیا ہے؟ شیر کا بچہ بولا "میری ماں اور باپ دونوں کھانا لینے گئے ہیں لیکن میرے بابا نے آپ کا کمبل مکمل کر لیا ہے"۔

خرگوش نونی نے قریب پڑے ہوئے نئے کمبل کی طرف دیکھا جو بہت خوصورت اور نرم تھا خرگوش بولا "تم اپنے باپ کو بتا دینا کہ اس کا بنایا ہوا کمبل مجھے پسند آیا ہے لیکن یہ بالکل سادہ ہے مجھے اس پر تھوڑا ڈیزائن بنا کر دے تا کہ کمبل اور خوبصورت دکھائی دے۔

اگلے دن نونی پھر خود سے بالا "مجھے اس شیر کی پھر خبر لینی چاہئے کہ اس نے کمبل کا کام مکمل کیا ہے یا نہیں؟ لہٰذا خرگوش شیر کے گھر گیا اور قریبی جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا اس بار شیر اور شیرنی پانی پلانے اپنے بچے کو بھی ساتھ لے گئے جب شیر کا سارا خاندان گھر سے چلا گیا تو خرگوش گھر میں گیا خوگوش نے آسانی سے وہاں کمبل ڈھونڈ لیا شیر کے



بنائے ہوئے ڈیزائن سے کمبل بہت خوبصورت لگ رہا تھا خرگوش نے کمبل اٹھایا اور وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔

شیر نے ایک ترکیب سوچی تا کہ اس خاص آدمی کا پتا چلا سکے جس نے اس سے کام بھی کروایا اور پیسے بھی نہیں دیئے شیر نے ایک دعوت عام کا بندوبست کیا جس میں اس نے جنگل کے سبھی جانوروں کو مدعو کیا۔

خرگوش کو بھی اس دعوت میں مدعو کیا گیا دعوت عام والے دن خرگوش نے اپنا ڈیزائن والا کمبل لیا جو شیر نے بنایا تھا اور راستے میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا یہ وہی راستہ تھا جو شیر کے گھر کو جاتا تھا بہت سے جانور دعوت عام پر جانے کیلئے اس راستے سے گزرے کچھ جانوروں نے کپڑے اچھے نہیں پہنے ہوئے تھے اور کچھ نے بہت شاندار۔ بندر بھی وہاں سے گزرا، بندر نونی سے بولا ''شیر کے گھر اتنی بڑی دعوت ہے نونی! کیا تم نہیں جا رہے؟''

نونی خرگوش بولا ''بندر بھیا! کیوں نہیں ہم اکھٹے ہی چلتے ہیں۔'' وہ دونوں اکٹھے دعوت کیلئے شیر کے گھر کی طرف روانہ ہوئے سفر کے دوران خرگوش نے بندر کو کہا میاں بندر! اتنی بڑی دعوت پر جا رہے ہو کیا تمہارے پاس اوڑھنے کیلئے کوئی شاندار سا کمبل نہیں ہے؟

بندر بولا'' ہے تو نہیں اب تم ہی بتاؤ خرگوش میاں! میں کیا کروں ؟'' خرگوش کہنے لگا '' بھائی بندر راستے میں آتے آتے تم میرے دوست بن گئے ہو میں تمہیں اپنا ڈیزائن والا کمبل اوڑھنے کیلئے دے دیتا ہوں لیکن وعدہ کرو تم کسی سے یہ نہیں کہو گے کہ میں نے تمہیں یہ کمبل دیا ہے۔

یہ کہہ کر خرگوش نے بندر کو اپنا کمبل دے دیا اور دونوں اکھٹے شیر کے گھر چلے گئے شیر نے جب بندر کو کمبل اوڑھے ہوئے دیکھا تو وہ بولا'' سنا ہے کوئی خاص آدمی جنگل میں رہتا ہے جو کہتا ہے کہ شیر میرے لئے کام کرے اور کام کروانے کے وہ کوئی پیسے بھی نہیں دیتا، کیا میں اس کا غلام ہوں ''شیر بہت غضبناک ہو رہا تھا وہ بندر کے پیچھے بھاگا۔ لیکن بندر بیچارہ جان بچا کر ایک درخت پر چڑھ گیا اور درخت درخت سے ہوتا ہوا شیر کی پہنچ سے دور نکل گیا لیکن جب وہ سرپٹ بھاگا تو شیر والا کمبل وہیں گر گیا۔

خرگوش نے شیر سے پوچھا۔ جنگل کے بادشاہ! کیا یہ کمبل میں لے لوں میرے پاس کوئی کمبل نہیں ہے میں تمہارے بچے کیلئے دعا کروں گا۔

شیر فراخدلی سے بولا'' ٹھیک ہے تم رکھ لو'

خرگوش نے اس کے بعد جی بھر کر ضیافت اڑائی، ڈیزائن والا کمبل اس نے اوڑھا ہوا تھا۔ ادھر شیر سے ڈرا ہوا بندر آج تک درخت سے ڈرتا ہوا نیچے زمین پر نہیں اترتا۔

☆☆☆☆☆

پانی زندگی ہے



پینے سے لے کر نہانے تک ترو تازہ کر دینے والے چشموں سے لے کر روح میں اتر جانے والی تاثیر کی حامل برف تک پانی ہر جگہ اہم ہے انسان کے جسم کا ایک دو تہائی حصہ پانی پر مشتمل ہے اور یہ ہمارے ہر جسمانی فعل میں مددگار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب ہم پانی پیتے ہیں تو جسم میں ایک راحت کا احساس پیدا ہوتا ہے لیکن پانی کس حد تک اور کتنی مدد کرتا ہے اور اسے استعمال کرنے کے کچھ انوکھے طریقے کیا ہیں؟

آئیں آپ کو تفصیل سے بتاتے ہیں۔

وزن کم کرنے میں مددگار

اگر آپ میں سے کوئی وزن کم کرنا چاہتا ہے تو بس پانی کا استعمال بڑھادے تحقیق میں پایا گیا ہے کہ کھانے سے پہلے پانی پینے سے جسم کا وزن ان افراد کے مقابلے میں زیادہ کم ہوتا ہے جو پانی نہیں پیتے، زیادہ پانی پینے سے یہ ہوتا ہے کہ ہم زیادہ نہیں کھا پاتے۔

ہاضمے کو فائدہ

پانی ہماری مدد کرتا ہے، چربی اور ریشوں کو گھلانے میں زیادہ پانی پینے سے قبض کی شکایت دور ہوتی ہے اور یہ گردوں اور جگر کے بوجھ کو بھی کم کرتا ہے۔

کینسر سے تحفظ

تحقیق بتاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ پانی کا استعمال مثانے کے کینسر کا خطرہ گھٹاتا ہے اس کی ممکنہ وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ زیادہ پانی پینے سے زیادہ پیشاب آتا ہے اور اس سے مثانے میں سرطان کا سبب بننے والے اجزاء پنپ نہیں پاتے اس کے علاوہ یہ بڑی آنت اور سینے کے کینسر کو گھٹانے میں بھی مددگار ہوسکتا ہے۔

تازہ دم کرنے کی صلاحیت

پانی پینے سے ہمیں تازگی محسوس ہوسکتی ہے اور یہی ہمارے ذہن کو بھی تازہ رکھے گی یہ دیکھا گیا ہے کہ پیاس ہمارے ذہن پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔

سردرد سے بچاؤ

بہت دیر تک پانی نہ پینے سے چند لوگوں کے سر میں درد ہونے لگتا ہے اور اسے مائیگرین جیسے خطرناک مرض کی علامت سمجھا جاتا ہے اچھی خبر یہ ہے کہ پانی کے سردرد پر اثرات دیکھے گئے ہیں جس میں پایا گیا ہے کہ اوسطاً دو کپ پانی پینے سے 30 منٹ کے اندر سردرد سے مکمل آرام مل جاتا ہے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ سردرد سے بچنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دن بھر پانی پیتے رہیں ہر ایک سے دو گھنٹوں کے دوران دو سے چار کپ پانی بہتر رہے گا۔

توانائی

اگر آپ کو اگلی مرتبہ کچھ سستی محسوس ہو تو ایک دو گلاس پانی کے پی لیں جسم میں پانی کی کمی کی علامات میں سے ایک تھکاوٹ ہونا ہے پانی پیئیں اور دیکھیں نیند بھاگتی ہے یا نہیں۔

جوڑوں اور ہڈیوں کا محافظ

پانی ہمارے جوڑوں کی چکنائی بحال رکھتا ہے اور یقینی بناتا ہے کہ اس میں کمی نہ آئے یہ ہماری ریڑھ کی ہڈی اور بافتوں کی حفاظت بھی کرتا ہے ہماری ہڈیوں کے اوپر جو چکنا مادہ ہوتا ہے وہ 85 فیصد پانی پر مشتمل ہوتا ہے اس کو صحت مند رکھنے کیلئے ہمیں پانی پیتے رہنا چاہئے غرارے، ایک صحت مند قدم ایک تحقیق بتاتی ہے کہ سردموسم میں روزانہ پانی کے غرارے کرنے والے افراد کو نزلہ اور زکام کم ہوتا ہے۔

آبی ذخائر کے قریب رہائش

ایک تحقیق بتاتی ہے کہ ساحل یا آبی ذخائر کے قریب رہنا صحت کیلئے اچھا ہوتا ہے اگر قیام نہ بھی ہو تو یہاں جانا ہمیں تازہ دم کردیتا ہے۔

پانی میں تیراکی

تیراکی کو دنیا کی بہترین ورزش کہا جاتا ہے کیونکہ جسمانی اور ذہنی دونوں صحت کیلئے بہت مفید ہوتی ہے اگر آپ دونوں لحاظ سے اطمینان چاہتے ہیں تو سوئمنگ پول میں وقت گزاریں۔

☆☆☆



بھائی جان سے پوچھیئے

بھائی جان زندگی کی تعریف کیجئے؟
انس فرحان، لکی مروت
بھائی جان: زندگی، بے بندگی، شرمندگی

☆☆☆

بھائی جان سنا ہے کہ آپ کو پشاور کے تکے بہت پسند ہیں؟
ثوبان خان، بنوں
بھائی جان: جی ہاں اور بنوں کا حلوہ بھی تو کب بھیج رہے ہیں؟

☆☆☆

بھائی جان شعر مکمل کریں ''جلی شمع ہوا پروانوں کا خون''
حذیفہ اسحاق، سرائے نورنگ
بھائی جان: انا اللہ وانا الیہ راجعون

☆☆☆

بھائی جان آپ کے کان کیوں لمبے ہیں؟
صہیب خان رومی، ملاکنڈ ایجنسی
بھائی جان:: سکول کے دنوں میں ہم بھی آپ کی طرح تھے۔

☆☆☆

بھائی جان سنا ہے کہ آپ پر دیر آنے کی پابندی ہے؟
راشد حسین، جندول
بھائی جان: میں خود وحشت ناک جگہوں پر جانا پسند نہیں کرتا۔

☆☆☆

بھائی جان آپ روز بروز اتنے موٹے کیوں ہو رہے ہیں؟
فرحان زاہد، لکی مروت
بھائی جان: کام کام اور پھر کام والے فارمولے کو اپنا لیا ہے۔

☆☆☆

بھائی جان شعر کا جواب شعر میں دیں۔
''آیا ہوں بڑی دور سے کھاتا ہوں ملائی''
ثناء اللہ، کرک
بھائی جان میں بھی حیران ہوں کہ یہ کس نے کھائی۔

☆☆☆

بھائی جان گدھے کے سینگ ہوتے ہیں؟
مسعود، کوہاٹ
بھائی جان: گدھا جو ہوا۔

☆☆☆

بھائی جان کیا آپ اپنی شادی پر ہمیں بلائیں گے؟
مظہر حسین، لکی مروت
بھائی جان: کیوں آپ دیگیں اچھی طرح صاف کرتے ہیں؟

☆☆☆

بھائی جان گرامر سیکھنے کیلئے اہم طریقے بتائیں۔
خلیل الرحمٰن، دیر
بھائی جان: فعل کو فاعل اور مفعول سے جوڑ دیں۔

☆☆☆

بھائی جان آپ کیا کام کرتے ہیں؟ گدھا گاڑی تو نہیں چلاتے؟
شیراز، پشاور
بھائی جان: جس کا کام اسی کو ساجھے مطلب ڈکشنری میں دیکھو۔

☆☆☆

بھائی جان آپ سوال کے اوپر سوال کیوں کرتے ہیں؟
منیب مظہر، بنوں
بھائی جان: کیوں کہ میں جواب کے اوپر جواب دیتا ہوں۔

☆☆☆

بھائی جان: میں گدھوں کا ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں آپ کی کیا رائے ہے؟
انشاء اللہ، گنڈی خانخیل، لکی مروت
بھائی جان: کیوں اپنے ساتھیوں پر ظلم کرتے ہیں۔

بھائی جان میں کس طریقے سے اپنی سٹڈی جاری رکھوں؟
راشد منہاس، بونیر
بھائی جان: دیسی طریقے سے۔ کتاب لے کر، سر جھکا کر

☆☆☆

بھائی جان آپ کے اور ہاتھی کے درمیان کیا فرق ہے؟
اقرار الحسن، کوہاٹ
بھائی جان: جتنا فرق ایشیاء اور افریقہ میں ہے۔

☆☆☆

بھائی جان رات کو آپ کیا دیکھتے ہیں؟
ہشام، چترال
بھائی جان: تماشائے اہل کرم دیکھتا ہوں

☆☆☆

بھائی جان آپ سکول کے زمانے میں بہت نالائق تھے؟
حسین، بنوں
بھائی جان: گرائمر کی رو سے ایسا کوئی زمانہ نہیں۔

☆☆☆

بھائی جان بڑا آدمی بننے کیلئے کوئی اچھا سا نسخہ بتائیں؟
محمد ابراہیم، صوابی
بھائی جان: خود تو کچھ نہ کر سکے اوروں کو بھی مجبور کیا۔

☆☆☆

بھائی جان میں سب لوگوں سے اور سب لوگ مجھ سے کیسے خوش ہو سکتے ہیں؟
محمد دانیال حسین، لکی مروت
بھائی جان: آپ نے یہ ٹھیکہ کب سے لے لیا ہے، اتنا دل نہ جلایا کریں میرے بھائی۔

☆☆☆

بھائی جان آپ ڈی آئی خان میں مرغیوں کی دکان پر کیا چیز چوری کر رہے تھے؟
عبدالماجد، ڈی آئی خان
بھائی جان: وہ تو میں مرغیوں کی ٹانگیں گن رہا تھا تاکہ مرغیوں کی تعداد معلوم کر سکوں۔





مزاحیہ نظم

بس

شاعر: دلاور فگار

بس میں لٹک رہا تھا کوئی ہار کی طرح
کوئی پڑا تھا سایہ دیوار کی طرح
سہما ہوا تھا کوئی گنہگار کی طرح
کوئی پھنسا تھا مرغ گرفتار کی طرح
محروم ہو گیا تھا کوئی ایک پاؤں سے
جوتا بدل گیا تھا کسی کا کھڑاؤں سے

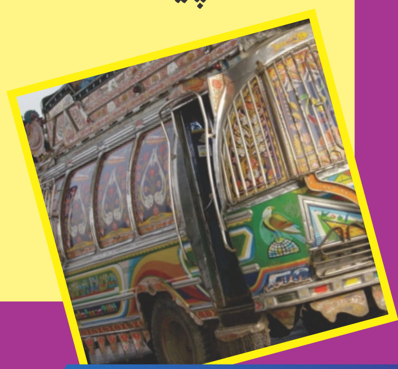
گاڑی میں ایک شور تھا کنڈیکٹر آگے چل
کہ دے خدا کے واسطے ہاں ٹھیک ہے ڈبل
کب تک کھڑا رہے گا سر جادہ عمل
لڑنے کی آرزو ہے تو باہر ذرا نکل
تجھ پر خدا کی مار ہو اسٹارٹ کر دے بس
دو پیسے اور لے لے جو دولت کی ہو ہوس

کنڈیکٹر اب یہ کہتا تھا وہ بس چلائے کیوں
جو بس میں آگیا ہے کرے ہائے ہائے کیوں
جس کو ہو جاں عزیز مری بس میں آئے کیوں
ایسے ہی گلبدن تھے تو پیسے بچائے کیوں
ٹھانی ہے دل میں اب نہ کسی سے دبیں گے ہم
تنگ آگئے ہیں روز کی کنڈیکٹری سے ہم

بس میں کھڑے رہو جو میرے خیر خواہ ہو
دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو
یہ بس جو واقعی تھی کئی سال سے علیل!
مشکل سے ایک گھنٹے میں چلتی تھی چار میل
مالک نے یہ سوچ کے دے دی تھی اس کو ڈھیل
اب اس کی زندگی کے ہیں لمحے بہت قلیل



اب تو کسی ٹرک سے اچانک یہ جا ملے
کچھ بیمہ کمپنی سے ہمیں بھی حوصلہ ملے



گیت وطن کا گاتا جاؤں

بستی بستی ، نگر نگر میں
کوچہ کوچہ ، ڈگر ڈگر میں

پرچم کو لہراتا جاؤں
گیت وطن کا گاتا جاؤں

سبز ہلالی وطن کا پرچم
جس میں چمکتے تارے چم چم

اسکا مان بڑھاتا جاؤں
گیت وطن کا گاتا جاؤں

سب سے دلکش اور اجیارا
پاک وطن ہے جان سے پیارا

سب کو یہ بتلاتا چلا جاؤں
گیت وطن کا گاتا جاؤں

محنت میں ہے عظمت اپنی
عزت دولت شہرت اپنی

ہر اک کو سکھلاتا جاؤں
گیت وطن کا گاتا جاؤں

آؤ ! سب ہم وطنو ! آؤ
وطن کا نغمہ ، مل کر گاؤ

ساز امن بجاتا جاؤں
گیت وطن کا گاتا جاؤں

ڈاکٹر سید نعیم احمد ادیب جعفری

سنو جوانو

اپنی کوشش جاری رکھو
محنت سے تم یاری رکھو
آگے آگے بڑھتے جانا
مشکل سے تم مت گھبرانا
مشکل پیچھے آسانی ہے
یہ ارشاد ربّانی ہے
رب کی رحمت سے تم دیکھو
بد دل نہ ہونا جوانو

رب کا تم سے یہ وعدہ ہے
قرآن میں یہ فرمایا ہے
انسان کو بس وہ ملتا ہے
جس کی کوشش وہ کرتا ہے
اللہ سے تم ڈرتے رہنا
اس کا بھی ہے یہ ہی کہنا
اللہ سے جو خوب ڈرے گا
اس کے کام وہ سہل کرے گا

بس تم کوشش کرتے جاؤ
اللہ سے بھی ڈرتے جاؤ

محمد اویس بلوچ, میرپور ماتھیلو، سندھ

مگر میں کیا کروں اس دھرتی پر قابض ٹولا اپنے ذاتی مفادات کے راستے کی ہر رکاوٹ کو گرا دینا چاہتا ہے شہداء کے ذکر پر آصف بھائی کے آنکھوں میں آنسو شامل ہو گئے تمام لوگ اپنے کلیجے کٹتے ہوئے محسوس کر رہے تھے مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ ان ظالموں کا حساب کون لے گا اور کب لے گا؟

''انکل آپ کی امی، بھائی اور بہنوں کو کس نے شہید کیا تھا''حسن نے گلوگیر لہجے میں پوچھا۔''میں بتاتا ہوں بیٹا میں تجھے بتاتا ہوں دادا جان اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولے جب پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا تو اس وقت اپنے کھیتوں کو پانی دے رہا تھا اس سے اگلے دن ہی وہاں پر ہماری حویلی کے نزدیک موجود چوگان کے گراؤنڈ میں جلسہ ہوا ہمارا سارا محلّہ ہی بہت پرجوش تھا ہم اس وقت جوان تھے جلسے کے تمام انتظامات ہم نے کئے تھے اور پھر جب آزادی کا اعلان ہوا تو تمہارے دادا اور احمد کا باپ رحمت جو میرا بہت قریبی دوست تھا مجھے اطلاع دینے کیلئے دوڑتا ہوا کھیتوں میں آیا ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ کر ایک دوسرے کو مبارکباد دے دیں ہم جانتے تھے کہ ہمارا علاقہ پاکستان میں شامل ہو سکتا مگر ہم ایک آزاد وطن کی خوشی میں سرشار تھے فوراً گاؤں پہنچے اور تمام لوگوں کے ساتھ مل کر خوشیاں منانے لگ گئے مگر ہماری خوشیاں بہت عارضی ثابت ہوئیں کیونکہ اطلاعات آنا شروع ہوگئیں کہ ہندوؤں اور سکھوں کے نہتے مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کے مکانات وغیرہ کو آگ لگا دی ہے ہم نے بڑوں کے مشورے سے جوانوں کا ایک گروپ تیار کر لیا تھا کہ ہندو اور سکھ بلوائیوں کا مقابلہ کیا جا سکے وہ رات تو خیر سے گزر گئی لیکن اگلی رات ان بلوائیوں نے ہمارے گاؤں پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا انہوں ے ہمارے فصلوں کو اور ہمارے گھروں کو آگ لگا دی ہم چند گنے چنے لوگ تھے اور ہزاروں کی تعداد میں تھے قریب تھا کہ ہم سب قتل کر دیئے جاتے مگر اردگرد کے چند گاؤں سے مسلح مسلمان نوجوانوں نے پیچھے سے آ کر ان پر حملہ کر دیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے گاؤں والوں نے اسی رات پاکستان کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہم اپنا تمام مال و متاع پاکستان کی نذر کر کے خالی ہاتھ وہاں سے نکلے بیل گاڑی پر تمہارے دادی جو بیمار تھیں۔ اور تمہارے ابو جو بہت چھوٹے تھے سوار تھے راستے میں ایک جگہ بیل گاڑی الٹ گئی اور وہ سامان کے نیچے آ کر جاں بحق ہو گئیں احمد بس اللہ کے فضل سے ہی بچ گیا تھا ہم نے وہاں پر ان کا جنازہ ادا کر کے انہیں دفنا دیا اور وہاں سے چل آئے مگر بچوں وہاں سے آ گر ہم پر کیا گزر؟ بے آب و گیا چٹیل میدانوں میں بھوک اور پیاس کے ہاتھوں بلکتے بچے اور تڑپتی خواتین کربلا کا منظر پیش کر رہی تھیں اوپر سے بلوائیوں کا خطرہ ہمیں کسی پل چین نہ لینے دیتا تھا ہم راستے سے ہٹ کر بہت محتاط انداز میں چل رہے تھے مگر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے اسی رات ہندوؤں اور سکھوں کا ایک بہت بڑا مجمع ہم پر حملہ آور ہو گیا انہوں نے آن کی آن میں تمام جوانوں تہ تیغ کر ڈالا ہم نے جان توڑ مقابلہ کیا مگر ہم ان کی تعداد اور ان کے اسلحے کے سامنے بے بس ہو گئے میرا بیٹا واصف میری آنکھوں کے سامنے ایک سکھ نے اپنی کرپان سے قتل کر دیا میری دونوں بیٹیوں نے قافلے کی باقی خواتین کی طرح اپنی عزت کی حفاظت کیلئے وہ زہر کھا لیا جو اسی مقصد کیلئے انہوں نے اپنے پاس رکھا تھا ان ظالموں نے خواتین کے کانوں سے زیورات نوچ کر اتار لئے ہمارا تمام مال و اسباب لوٹ کر اور ہمیں مردہ سمجھ کر وہ چلے گئے وہ زخموں سے چور بے ہوش پڑا ہوا تھا کہ ہمارے پیچھے بے کس و بے چارے مسلمانوں کا ایک اور لٹا پٹا قافلہ اسی راستے سے گزرا انہوں نے لاشوں کو ٹٹولا تو لاشوں کے ڈھیر کے نیچے دبا ہوا آصف ایک کپڑوں کی گٹھڑی میں لیٹا ہوا احمد میں میرا دوست رحمت اور چند مزید لوگ بے ہوشی کی حالت میں زندہ مل گئے انہوں نے ہمیں ساتھ لیا اور چل لئے ہم کن کن مشکلات کو سہتے ہوئے پاکستان پہنچے میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں اس وحشت ناک صورت کا صحیح منظر کھینچ سکوں مگر بچو! میں تمہیں اس ٹرین کے بارے میں ضرور بتانا چاہتا ہوں جو ہم سے ایک دن بہت لاہور میں داخل ہوئی یہاں کے مقامی مسلمان اس ٹرین کے مسافروں کا استقبال کرنے کیلئے لپکے مگر یہ دیکھ کر بہت سوں کے ہوش و حواس ہی گم ہو گئے کہ اس ٹرین میں صرف ڈرائیور ہی زندہ تھا باقی تمام بوگیاں مسلمان مہاجرین کی لاشوں سے بھری ہوئی تھیں جنہیں پاکستان بنانے کے جرم کی پاداش میں موت کی سولی پر لٹکا دیا گیا تھا میرے بچو! میں تمہیں کس کس ظلم کا قصہ سناؤں اور کن ناکردہ گناہوں کی سزا کا بتاؤں جو سکھوں کی کرپانوں اور ہندوؤں کی سنگینیوں نے مسلمانوں کو دی، یہاں پہنچ کر دادا جان کی ہچکی بند ہو گئی تمام لوگوں کی آنکھوں میں خون کے قطرے آنسو بن کر جھلملا رہے تھے ہر کوئی اپنے آپ کو پچپن سال سے قبل کے اس منظر کا حصہ سمجھ رہا تھا اور خود اندازہ کر سکتا تھا کہ ان مظلوموں پر کیا قیامت بیتی ہوگی۔''میرے بچو! ہمیں اپنی ان قربانیوں پر کبھی افسوس نہیں ہوا بلکہ ان کے ذکر نے ہمیشہ ہمیں نئے جذبے عطا کئے ہیں ان ظالموں کا جو دشمنوں سے بڑھ کر ہمارا استحصال کر رہے ہیں ہماری چھوٹی چھوٹی خواہشات کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے انہوں نے جس چیز نے جس نظریئے اور جس معاشرت نے ہندو اور مسلمانوں کو مقابل کھڑا کر دیا تھا یہ ایسے ہی اپنی ناپاک سوچ کی ظلمت کی بھینٹ چڑھا دینا چاہتے ہیں، انتہائی ڈھٹائی سے بے حیائی، فحاشی اور ناچ گانے اپنے راہیں گم اور اپنی منزلیں کھو چکے ہیں مگر ساتھ ہیں وہ چمن جو لاکھوں قربانیوں کا ثمر بن کر قائم ہوا تھا ان کی وجہ سے دو ٹکڑوں میں بٹ چکا ہے اب یہاں پر انصاف سر بازار نیلام ہوتا ہے ۔ امن و سکون خواب بن چکا ہے اور غریبوں کا زندہ رہنا معجزہ بن چکا ہے اس لئے ہم نے بالآخر یہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کیا ہے لیکن ہم اس وقت کا انتظار کرتے رہیں گے جب یہاں امیر و غریب برابر ہونگے اور انصاف امراء کے گھروں کی لونڈی نہیں رہے گا دادا جان یہاں تک پہنچ کر ٹھنڈی سانس لے کر

رک گئے تمام لوگ خاموش تھے کوئی بھی اس گھمبیر مسائل کا حل نہیں جانتا تھا۔ آخر میں احمد صاحب بولے'' آصف بھائی لگتا ہے کہ تمہارا فیصلہ ٹھیک ہے ہم نہیں روکیں گے لیکن آپ لوگ ہمیں یاد بہت آئیں گے ہم ہمیشہ آپ لوگوں کو یاد کرتے رہیں گے اور ہاں اگر کبھی آپ کو پاکستان کی یاد آئے تو کوشش کرنا کہ یہاں کے حالات تمہیں دیار غیر میں روکنے نہ پائیں بس آنکھیں بند کر کے چلے آنا۔ اب کی مرتبہ احمد صاحب کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی'' ہماری دعا ہے کہ آپ جہاں بھی رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیاں نصیب فرمائے۔ چلو حسن بیٹے چلتے ہیں اچھا بہن اللہ حافظ'' انہوں نے حسن اور اس کی امی کو چلنے کا اشارہ کیا اور پھر عثمان کو پیار کرتے ہوئے انہوں نے سب کو اللہ حافظ کہا اور باہر کی طرف چل دیے۔'' احمد بھائی آپ لوگ بھی ہمیں کبھی نہیں بھولیں گے انشاء اللہ ہم خط اور ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ رکھیں گے اور اس وقت کا انتظار کرینگے جب اللہ کی اس زمین پر اللہ کا نظام نافذ ہو جائیگا'' آصف صاحب نے احمد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ لوگ وہاں سے اپنے گھر کی طرف چل دیئے اگلا ایک مہینہ عثمان کے ابو مختلف انتظامات میں مصروف رہے کیونکہ انہیں انگلینڈ کی طرف سے ویزا مل گیا تھا اور ساتھ ہی پی ایچ ڈی کی بنیاد پر ایک یونیورسٹی میں لیکچرشپ کی پوسٹ بھی مل گئی تھی۔'' حسن کل صبح ہم انگلینڈ جا رہے ہیں تم آؤ نا آج رات ہمارے ہاں رہنا'' عثمان نے حسن سے کہا'' میں امی سے پوچھوں گا اگر انہوں نے اجازت دی تو میں ضرور آؤنگا'' حسن نے آہستگی سے جواب دیا'' حسن تمہارے جانے سے خوش نہیں ہونا'' عثمان سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا'' بالکل بھی نہیں تمہیں تو وہاں نئے دست مل جائیں گے لیکن یہاں پر میں اکیلا رہ جاؤنگا۔'' حسن نے جواب دیا۔

''حسن تمہیں پتہ ہے میں بھی پاکستان سے نہیں جانا چاہتا میں یہاں ہی رہنا چاہتا ہوں مجھے تو اپنا ملک ہی اچھا لگتا ہے اور ہاں میں تمہیں بتانا بھول گیا جو نیا لڑکا آیا ہے ہماری کلاس میں فیصل، وہ کل شام مجھے ملا تھا سکول میں تو میرے ساتھ اس سے اتنی بات نہیں ہوئی لیکن یہاں ہمارے ہی محلے میں انہیں مکان ملا۔ کل مغرب کی نماز کے بعد وہاں سے اس نے میرے ساتھ کافی باتیں کیں ہیں اس کے ابو پشاور سے یہاں شفٹ ہوئے ہیں وہ بتا رہا تھا کہ صوبہ سرحد میں بچوں کی ایک سوسائٹی بزم شاہین ہے۔ جو انہیں نیک بنو اور نیکی پھیلاؤ کے مشن کیلئے تیار کرتی ہے تاکہ وہ جب بڑے ہوں تو معاشرے سے برائیاں ختم کریں اور نیکی کو رائج کریں وہ کہہ رہا تھا کہ صوبہ سندھ میں یہی کام جو بچے کر رہے ہیں انہوں نے اپنی بزم بنائی ہوئی ہے تم فیصل سے ضرور ملنا مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا بہت اچھا دوست ثابت ہوگا عثمان نے بتایا۔'' ٹھیک ہے یار میں اس سے ملوں گا اگر وہ لوگ برائیوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو میں بھی ان کا ساتھ دونگا تاکہ پھر کسی کے ساتھ زیادتیوں کی وجہ سے کوئی اپنا ملک چھوڑ کر نہ جائے'' حسن نے جواں جذبے کے ساتھ کہا۔'' بالکل اللہ تعالیٰ! آپ کی مدد کریں اگر میں یہاں ہوتا تو ضرور بزم شاہین کا ممبر بنتا اچھا اب میں چلتا ہوں تم ضرور ہمارے گھر آ جانا'' عثمان نے کہا اور اس سے ہاتھ ملا کر روانہ ہوگیا۔'' اللہ حافظ!'' حسن نے بھی اسے سلام کرتے ہوئے کہا۔ شام کو جب حسن نے اپنی امی سے عثمان کے گھر جانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے کہا کہ بیٹا آج وہ اپنی تیاریاں کر رہے ہوں گے کل ہم انہیں ایئر پورٹ پر رخصت کرنے جائیں گے تو وہاں عثمان سے مل لینا، اگلی صبح حسن اپنی امی اور اپنے ابو کے ہمراہ ایئر پورٹ پر کھڑا تھا اس کا دوست اپنی امی ابو اور دادا کے ساتھ وہاں موجود تھا ان کے جہاز کی روانگی میں ابھی کچھ دیر باقی تھی اور وہ لوگ ہلکی پھلکی گپ شپ کر رہے تھے۔

''انکل آپ کب واپس آئیں گے'' حسن نے آصف صاحب سے مخاطف ہو کر کہا۔'' بیٹا جب اللہ نے چاہا لیکن لگتا نہیں کہ ہم واپس آسکیں گے'' انہوں نے جواب دیا۔ لیکن انکل آپ پر تو اس کے ملک کے بہت سے حقوق ہیں آپ کو لازماً واپس آ کر انہیں ادا کرنا ہے انکل اس ملک سے برائیوں کو ختم کرنے اور اسے ترقی یافتہ ملک بنانے میں آپ نے کردار ادا کرنا ہے۔'' حسن جذباتی لہجے میں بولا'' بیٹا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے ہمیں آزادی کی نعمت دی ہے ہمیں جینے رہنے اور سہنے کی آزادی دی ہے ہمیں اپنی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق گزارنے کی آزادی دی ہے مگر ہم ہی شاید کوتاہی کر گئے ہیں ظالم لوگوں کو اپنا حکمران تسلیم کر چکے ہیں میں انشاء اللہ ضرور واپس آؤنگا لیکن جب یہاں سے ظلم اور جبر کی سیاہ رات ختم ہو جائیگی آصف صاحب ایک مصمم ارادے سے بولے'' انکل انشاء اللہ ہم اس سیاہ رات کو ختم کرینگے ایک نیک بنو اور نیکی پھیلاؤ کے مشن والے دوستوں کے ساتھ ملکر یہاں نیکی کو عام کرینگے اور انشاء اللہ نیکیوں کی صبح بہت جلد طلوع ہو گی'' حسن نے ایک ولولے کے ساتھ کہا'' بیٹا اللہ تمہارے ارادوں میں برکت دے اور اللہ کرے کہ بدی کے پھیلانے والے کم اور نیکیاں عام کرنے والے زیادہ ہو جائیں اور یہاں حق اور انصاف کو عام کرنے والی صبح جلد طلوع ہو'' آصف صاحب نے اسے شاباش دی تمام لوگ بہت دلچسپی سے ان کی باتیں سن رہے تھے'' انکل ہم اس صبح کے نقیب بن جائیں گے جو حق اور انصاف کا بول بالا کر دے گی'' حسن نے ایک عزم کا اظہار کیا'' اور میں بھی حسن کا ساتھ دونگا'' خاموش کھڑے عثمان نے نعرہ لگایا'' حسن بیٹا اب تو میرا دل بھی چاہتا ہے کہ یہاں ہی رہوں اور باقی دن اسی پاک سرزمین پر گزار دوں گا تاکہ میرا دم اس مٹی پر خارج ہو جس کیلئے ہم نے لاکھوں شہداء کی قربانی دی ہے'' اور جس کیلئے مرے ہیں دادا جان نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آصف بھائی لگتا ہے کہ مہینوں میں آپکی بنی پلاننگ یہاں لمحوں میں الٹ جائیگی احمد صاحب نے کہا۔'' پھر ٹھیک ہے بیٹا! حق و انصاف کی طلوع ہونیوالی اس صبح کی مانگ ہیں ہم بھی اپنی ہمت اور اپنے عزم سے چاند ستاروں کی روشنی بھر دیں گے جب بچے ایسا کرنے کی ہمت رکھ سکتے ہیں تو ہم ایسا کیوں نہیں کر سکتے بس ہم آج اس کیلئے جدوجہد شروع کرینگے، اور تمام رکاوٹیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالینگے'' آصف صاحب نے اظہار یک جہتی کرتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا تو حسن اور عثمان آپس میں گلے لگا لیا اور دادا جان نے ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر دعا دی، حسن کی اور عثمان کی امی نے بھی ایک دوسرے کو مبارکباد دی اور افق سے ابھرتا ہوا سورج ان کے پاک ارادوں کی گواہی بن گیا۔



حسین پری

ظہیر ملک، ہارون آباد

سردیوں کی یخ بستہ رات میں وہ نجانے کچھ سوچوں میں گم تھی سب سو رہے تھے اور وہ اکیلی جاگ رہی تھی اور بیڈ پہ لیٹے سوچ رہی تھی کہ کاش میں کوئی حسین پری ہوتی جو مرضی کرتی کھاتی پیتی مزے اڑاتی اور سکول سے بھی جان چھوٹ جاتی ۔ زیبا اپنے خیالوں میں گم تھی کہ اچانک اسے نیند نے گھیر لیا اور آنکھوں میں کئی خواب لیئے سوگئی۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو ایک شاندار جگہ پہ اس نے خود کو پایا وہ جگہ بہت حسین جنگل تھا طرح طرح کے پھول درخت ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی زیبا چہل قدمی کرنے لگ گئی طرح طرح کی تتلیاں اس کے اردگرد منڈلانے لگ گئیں وہ اتنا خوش تھی جیسے وہ کوئی حسین پری ہو۔

تھوڑی دیر چہل قدمی کرنے کے بعد جب اسے خیال آیا کہ ہائے اگر میں گھر نہ گئی تو امی ڈانٹیں گی سکول بھی جانا ہے اور ناشتہ بھی ابھی کرنا تھا۔

جب اس نے اپنے اردگرد نظر دوڑائی تو سوائے خوبصورت جنگل اور وادیوں کے کچھ دکھائی نہ دیا اسے خیال آیا کہ کیوں ناں آج سکول سے چھٹی کی جائے اور جنگل گھوما جائے یہ خیال آتے ہی اس نے اپنے کپڑوں کا سوچا جو رات سونے کیلیئے کپڑے پہنے تھے وہی ہیں اس نے چٹکی بجائی اور اپنے کپڑے تبدیل کر لیئے۔

تھوڑی دیر چلنے کے بعد وہ تھک گئی اور بھوک بھی لگ رہی تھی اس نے سوچا کچھ پھل کھا لوں اس کے سوچنے کی ہی دیر تھی طرح طرح کی کھانوں سے لدھی ہوئی ٹیبل اس کے سامنے پڑی تھی اس نے خوب مزے سے کھانا کھایا اور پھر گھومنے نکلی لیکن اب اس سے مزید چلا نہیں جا رہا تھا اس نے سوچا کاش میں اڑ سکتی اس نے سوچا ہی تھا کہ اس کے پاؤں زمین سے اوپر اٹھنے لگ گئے اور وہ فضا میں اڑنے لگی زیبا نے خوب مزے سے اڑ کر پورا جنگل گھوما طرح طرح کے جانور دیکھے پرندے دیکھے اور دو تین گھنٹے جنگل میں خوب مزے کیئے۔

سات بج رہے ہیں زیبا حسن کب اٹھنا ہے سکول بھی جانا ہے اچانک جب اس نے امی کی آواز سنی تو آنکھ کھلی وہ اپنے بیڈ پر کمبل اوڑھے لیٹی تھی زیبا کا سارا خواب ٹوٹ کر بکھر گیا، وہ حسین وادیوں سے نکل کر ایک عام سے پرانے بستر پر بے سدھ لیٹی تھی۔

امی نے پھر آواز دی زیبا بیٹا اٹھو ناشتہ کرو سکول سے دیر ہو رہی ہے ٹیچر ڈانٹے گی اگر آج بھی دیر سے سکول گئی تو ٹیچر کا نام سنتے ہی زیبا فورا سے پہلے اٹھی واش روم میں منہ ہاتھ دھو کر سکول یونیفارم پہن کہ ناشتہ کرنے آ گئی اور سکول کے لیئے گھر سے نکل گئی۔

زیبا آج پھر دیر سے پہنچی تھی پہلے تو ٹیچر نے کمرے کے سامنے کھڑا کیئے رکھا پھر خوب ڈانٹنے کے بعد اندر بلا لیا زیبا کا وہ دن بھی سارا

بے چینی سے گزرا۔

زیبا ہمیشہ سوچتی تھی کہ کاش وہ پری ہوتی جیسے آج رات اس نے خواب دیکھا تھا اسے نہ سکول کی پریشانی ہوتی اور نہ ٹیچر کی ڈانٹ اور گھر والوں کی باتیں اکثر اس کے ساتھ کئی باتیں ناخوشگوار ہوجاتی تھیں جنہیں وہ کبھی کبھی سوچ کر رو بھی دیتی تھی۔

پیر کا دن تھا زیبا صبح جلدی جلدی اٹھی اور باغ میں سیر کرنے چلی گئی آج پتہ نہیں اسے کیا ہوا تھا پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا زیبا کی امی سوچ رہی تھی۔

سیر کرتے کرتے وہ باغ کے اندر چلی گئی جہاں کبھی کبھار ہی کوئی آتا تھا زیبا تھوڑا خوف بھی محسوس کررہی تھی کیونکہ وہاں دور دور تک کوئی بندہ بشر نظر نہیں آرہا تھا۔

اچانک اس جگہ اندھیرا چھانے لگا جیسے رات ہونے والی ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھینی بھینی خوشبو کے ساتھ بھلی لگ رہی تھی بہار سا سماں پیدا ہوگیا تھا زیبا یہ سب دیکھ کر حیران ہوگئی آخر باغ میں ایسا منظر بھی ہوتا ہے؟

تھوڑی دیر گزری تو زیبا کے بلکل سامنے چمکدار رنگ برنگی روشنی نمودار ہوئی اور اچانک اس روشنی میں سے ایک بے حد خوبصورت لڑکی اس کی طرف بڑھنے لگی جیسے اس رات والے خواب میں وہ خود بن گئی تھی اس کے آنے سے فضا معطر ہونے لگ گئی تتلیاں اس کے گرد منڈلانے لگ گئیں۔

وہ زیبا کے پاس آ کہ کھڑی ہوگئی آپ کون ہیں ؟ زیبا نے جھٹ سے سوال کیا بوجھو بیٹا میں کون ہوں حسین پری اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہنے لگی آپ تو پری سے بھی زیادہ حسین ہو پلیز بتائیں ناں کون ہیں زیبا نے بنا جھجکے ایک اور سوال کردیا۔

بیٹا میں تمہاری پری ہوں جسے تم روزانہ بہت یاد کرتی ہو حسین پری نے اس کے سر پہ پیار سے دلاسہ دیتے ہوئے بتایا۔

زیبا تو مارے خوشی کے ناچنے لگ گئی ارے بیٹا کیا کررہی ہو؟ پری نے سوال کیا۔

آپ مجھ سے ملنے آئیں یہی بات سوچ رہی تھی کیا میں اس قابل ہوں کہ پری مجھ سے اصل زندگی میں ملنے آئی زیبا حیرانگی سے پھر سوال کردیتی ہے ۔حسین پری زیبا کو پیار سے اپنے پاس بٹھالیتی ہے دیکھو بیٹا مجھے تم ہمیشہ یاد کرتی ہو کہ کاش میں ایک پری ہوتی تو ان سب مصیبتوں سے جان چھوٹ جاتی لیکن تمہیں نہیں پتہ تم خود ایک پری ہو۔

پری اور وہ بھی میں زیبا پری کی بات کاٹتے ہوئے کہتی ہے۔

ہاں بیٹا بلکل آپ پری ہو اپنے ماں، باپ کی آپ پری ہو اپنی بہن بھائیوں کی وہ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں جب آپ ان کو تنگ نہیں کرو گی ہنسی خوشی رہو گی پیار محبت بانٹو گی تو ہر کوئی تمہیں پری ہی سمجھے گا۔

اب دیکھو تم روزانہ دیر سے اٹھتی ہو ایک تو تمہارے فجر کی نماز بھی ضائع ہو جاتی ہے اور تم اپنی امی کی ڈانٹ کے علاوہ سکول ٹیچر کی بھی ڈانٹ برداشت کرنی پڑتی ہے آج تم جلدی اٹھ گئی ہو ناں تو دیکھنا تمہاری امی تم سے بہت خوش ہونگی اسی طرح جب تم روزانہ جلدی جاگو گی نماز پڑھو گی ماں باپ کی فرمانبرداری کروگی تو ہر کوئی تمہیں اچھا اور حسین پری جیسا سمجھے گا۔

حسین پری کی باتوں سے زیادہ حسن کو بہت سکون مل رہا تھا اور وہ خوشی سے سن رہی تھی پیاری پری آپ دوبارہ کب مجھے ملنے آؤ گی؟ زیبا پھر سوال کرتی ہے۔

زیبا بیٹا آپ کی طرح اور بہت سارے بچے ہیں جو راہ راست سے بھٹک گئے ہیں انہیں بھی تمہاری طرح پری بننا ہے انہیں بھی سمجھنا ہے اب تمہیں میری کوئی ضرورت نہیں ہوگی آپ امید ہے میری بتائی ہوئی باتوں پر عمل کر کے حسین پری جیسا کردار بنوگی۔

بیٹا یاد رکھو جب آپ کے اخلاق اور بولنے کا لہجہ زبردست ہوگا تو آپ سب کی پسندیدہ بن جاؤ گی جس طرح ایک پری سب کو پیاری لگتی ہے اسی طرح آپ بھی سب کی لاڈلی اور پیاری بن جاؤ گی ۔ چلو بیٹا اب تمہارے ناشتے کا وقت ہو گیا تمہاری امی انتظار کررہی ہونگی ناشتہ کرو اور وقت سے پہلے سکول پہنچ جاؤ تاکہ تمہیں ڈانٹ نہ پڑے حسین پری نے زیبا حسن کو پیاری سے گڑیا کا تحفہ دیا اور ڈھیر سارا پیار دے کر رخصت ہوگئی۔

زیبا اس دن باغ سے اپنے آپ کو پری کی طرح بنانے کا مقصد لے کر باغ سے نکلی اور چند ہی دنوں میں اس نے اپنی اچھی عادتوں اور خوبصورت اخلاق کی وجہ سے پورے گھر والوں کو اپنا دیوانہ بنالیا اور سب کی پری بن گئی۔

آج بھی زیبا اپنی حسین پری کو یاد کرکے مسکرا دیتی ہے اگر وہ نہ ہوتی تو آج زیبا بھی کچھ نہ ہوتی۔

پیارے بچو پریوں کے اخلاق بہت پیارے ہوتے ہیں ہمیں بھی ان جیسا بنانا چاہئے۔



پیزا اور مزہ!

پیزا کا نام سنتے ہی ہر شخص کے منہ میں پانی آجاتا ہے۔اسے تیار کرنے کا انداز کیسا ہی ہو لیکن اس میں گوشت، پنیر اور سبزیوں کی آمیزش پیزا کو دنیا کی پسندیدہ کھانوں میں شامل کر دیتی ہے۔مقبول پیزا کی تاریخ دیکھی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اصل موجد یونانی ہیں، انہوں نے سب سے پہلے روٹی پر پنیر، سبزیاں اور تیل ڈال کر پیزا تیار کیا۔

پیزا لفظ کی تاریخ

پیزا کا لفظ اٹلی کے شہر Gaeta سے دریافت ہونے والی قدیم دستاویز میں بھی درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ پیزا کی تاریخ ایک ہزار سال سے بھی زیادہ قدیم ہے۔

پیزا کتنی مقدار میں کھایا جاتا ھے ؟

پیزا دنیا بھر میں کھائی جانے والی غذا ہے مگر آپ نے کبھی سوچا کہ یہ غذا کتنی مقدار میں کھائی جاتی ہے؟ ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر میں ایک سال میں تقریباً پانچ ارب سے زائد پیزے فروخت کئے جاتے ہیں۔



مھنگا ترین پیزا

Louis XIII پیزا دنیا کا سب سے مہنگا پیزا ہے اس کو اٹلی کا چیف Renato Viola نے تیار کیا ہے اس پیزا کی تیاری میں 72 گھنٹے کا وقت لگا جبکہ اسکی قیمت 12 ہزار ڈالر تھی اس پیزا کی تیاری میں لابسٹر، کیور اور آٹھ اقسام کی پنیر اور گلابی سمندر نمک استعمال کیا جاتا ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا پیزا

دنیا کا سب سے بڑا پیزا امریکی شہر لاس اینجلس میں واقع Mammas & Papas Pizzeria کے شیف تیار کرتے ہیں۔ اس کی چوڑائی 4 فٹ 6 انچ جبکہ لمبائی اتنی ہی ہوتی ہے۔اس پیزا کو 50 سے 100 آدمی آرام سے کھا سکتے ہیں۔ اور اسکی قیمت تقریباً 1200 ڈالر ہے۔☆☆



صحت اور پیزا

حالیہ طبی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ پیزا زیادہ مقدار میں اور ہر وقت کھانا، خصوصاً رات کے وقت کھانا، کینسر جیسے موذی مرض کا سبب بن سکتا ہے۔تو پیارے بچوں! مزے اور چٹخارے اپنی جگہ، جان ہے تو جہان ہے، صحت اہم ہے۔لہٰذا ہم کھائیں گے، پئیں گے، مزے اڑائیں گے، مگر ساتھ ساتھ اپنی صحت کا خیال بھی رکھیں گے۔





عائشہ کی کہانی

سلیمان یوسف سمیجہ، علی پور

ہیلو کون....؟

مہناز بیگم نے کال اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگایا۔

''السلام علیکم خالہ''۔۔۔!

دوسری طرف سے ایک میٹھی سی آواز آئی۔

''وعلیکم السلام''۔۔۔!

وہ منہ بنا کر بولیں: "کون؟" مہناز بیگم کو لگا کہ کال کرنے والی لڑکی نے ان کی غلطی پکڑ کر انہیں بھرپور شرمندہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے کال اٹینڈ کرنے کے بعد پہلے سلام کرنا گوارا نہیں کیا تھا، بلکہ وہ ایسی ہی تھیں، کال اٹینڈ کر کے سلام کرنے کی جگہ ''ہیلو'' کہتیں۔ ''خالہ! میں عائشہ ہوں۔

دوسری طرف سے آواز آئی تھی۔ "ہاں بولو، کیا کام ہے؟ " ان کے لہجے میں ہلکی ہلکی تلخی گھلی ہوئی تھی۔ وہ عائشہ کے سلام کرنے پر خفا تھیں کہ ان کے خیال میں عائشہ بڑی ہی سیانی بنتے ہوئے ان کی غلطی پکڑ کر ان کو لاجواب کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ "خالہ ! کل ہمارے گھر میں محفلِ میلاد ہے، آپ ضرور تشریف لائیے گا۔ " عائشہ نے ان کے لہجے کی تلخی نظر انداز کرتے ہوئے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ "اچھا آؤں گی۔ اور کچھ۔۔؟ مہناز بیگم دوبارہ تلخی سے بولیں۔ ''نہیں، اور کچھ نہیں۔'' عائشہ آہستہ سی آواز میں بولی۔ مہناز بیگم نے سنتے ہی فوراً کال بند کی اور منہ ہی منہ میں بڑبڑائیں: " ہونہہ! چھٹانک بھر کی لڑکی مہناز بیگم کی غلطی پکڑتی ہے۔

عائشہ، مہناز بیگم کی چھوٹی کزن عامرہ کی اٹھارہ سال کی بیٹی تھی، عائشہ کی تربیت بڑے سلیقے سے کی گئی تھی، اسے زندگی گزارنے کے طریقے احسن انداز سے سکھا دیئے گئے تھے۔ عائشہ، مہناز بیگم کو سلام کرتی تو وہ چڑ جاتیں اور ان کے لہجے میں کڑواہٹ گھلتی جاتی۔

مہناز بیگم نے اِدھر اُدھر نظریں گھمائیں، میلاد والے گھر میں بڑی رونق تھی۔ وہ چپ چاپ بغیر کسی سلام یا کلام کے ایک جانب بیٹھ گئیں۔ ''السلام علیکم خالہ''۔۔۔! عائشہ مسکراتے ہوئے خوش اخلاقی سے ان کے پاس آ گئی۔ مہناز بیگم نے پررونق چہرے والی عائشہ کو دیکھا، پھر کھسیانی ہو کر پاس بیٹھی عورتوں کو دیکھنے لگیں۔ ان کے خیال میں عائشہ نے سلام کر کے خواتین کے سامنے ان کی توہین کی تھی۔ "وعلیکم السلام " انہوں نے مری مری آواز میں سلام کا جواب دیا تھا۔ کیسی ہیں آپ؟ " عائشہ نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔ ''ٹھیک ہوں۔'' وہ زبردستی مسکرائیں جب میلاد ختم ہوا اور سب خواتین لوٹ گئیں تو مہناز بیگم تلملاتے ہوئے عائشہ کی امی جان کے پاس چلی آئیں۔ '' بھئی عامرہ! تم نے اپنی بیٹی کی کیسی تربیت کی ہے؟ یہ مجھے شرمندہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔'' وہ تلملاتے ہوئے عائشہ کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔ ''کیا ہوا آپا؟ سب خیریت ہے؟ عائشہ نے کیا کر دیا؟ " عامرہ بیگم بوکھلا اٹھیں بھئی یہ مجھے سلام کر کے شرمندہ کرتی ہے، اس دن بھی فون پر مجھے شرمندہ کیا اور آج خواتین کے سامنے سلام کر کے مجھے شرمندگی میں ڈال گئی، جب میں سلام کیے بغیر بیٹھ گئی تو مجھے سلام کر کے شرمندہ کرنے کی کیا تک بنتی ہے؟ اب وہ خواتین کیا سمجھیں کہ مہناز بیگم کو ذرا بھی تمیز نہیں کہ گھر میں داخل ہو کر کسی کو سلام تک نہ کیا۔ یہ لڑکی ہمیشہ یہی ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ میں بدتمیز ہوں۔ اس لڑکی... اس لڑکی نے میری بہت بے عزتی کی ہے۔'' وہ کہتی چلی گئیں۔ یہ سنتے ہی عائشہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ''آپا ! یہ آپ کو سلام کر کے آپ کو شرمندہ نہیں کرتی، بلکہ آپ پر سلامتی پہنچاتی ہے۔'' عامرہ بیگم آہستہ سے لہجے میں کہنے لگیں: " حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سلام کو آپس میں پھیلاؤ''۔ آپا! میری بیٹی کچھ غلط تو نہیں کرتی، سلام پھیلاتی ہے۔'' حدیث مبارکہ سنتے ہی نہ صرف مہناز بیگم خود ٹھنڈی ہو گئیں، بلکہ ان کے دل میں بھی ٹھنڈک اترتی چلی گئی۔ وہ سوچنے لگیں کہ عائشہ ان کی غلطی نہیں پکڑتی، وہ خود ہی غلط تھیں، ان کی سوچ غلط تھی۔ انہیں شرمندگی سی محسوس ہونے لگی۔ اگلے ہی لمحے وہ عائشہ کے آنسو پونچھتے ہوئے کہہ رہی تھیں: ''بیٹی! میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ میں غلطی پر تھی۔ بیٹی! تم تو سلام پھیلا کر حدیث مبارکہ پر عمل کر رہی تھیں"! عائشہ کے معاف کرنے کے بعد وہ عامرہ بیگم سے کہنے لگیں: " بھئی عامرہ! بڑی پیاری بچی ہے تمہاری۔ اللہ ایسی بچی ہر کسی کو دے۔'' اب کسی سے ملا کروں گی تو سلام میں پہل کروں گی، ہر کسی سے فون پر بات چیت کا آغاز ہیلو کی جگہ سلام سے کروں گی۔'' مہناز بیگم عائشہ کا ہاتھ تھام کر بولیں تو عائشہ ان کے گلے لگ گئے۔

صوبائی تقسیم کار بزم شاہین خیبر پختونخوا

ڈائریکٹر	ڈپٹی ڈائریکٹر	صدر صوبہ	مدیر اعلیٰ
برادر کلیم اللہ	اعجاز الحق سورانی	محمد بلال	ضیاء اللہ خان ضیاء

پیارے شاہینوں!

اب آپ ماہنامہ شاہین اقبال ڈائجسٹ حاصل کرنے کیلئے اپنے کسی بھی قریبی ذمہ دار سے دیئے گئے رابطہ نمبرات پر کسی بھی وقت رابطہ کر سکتے ہیں۔ جبکہ اپنی کہانیاں، مضامین، نظمیں، بھائی جان سے سوالات اور خطوط وغیرہ مندرجہ ذیل ذرائع سے ہمیں پہنچا سکتے ہیں۔ نیز اس ماہ کے ڈائجسٹ کو آپ نے کیسے پایا اپنے رائے سے ہمیں ضرور آگاہ کیجئے۔ آپ ہمیں براہ راست رابطہ بھی کر سکتے ہیں۔

0332-9760979
0308-2157589
digest_shaheen@yahoo.com
دفتر شاہین، تیسری منزل، قذافی بلڈنگ، چوک یادگار پشاور
اوقات کار صبح 9 بجے سے شام 5 بجے تک

صدور مقامات وڈویژنز

نمبر شمار	نام	ذمہ داری	رابطہ نمبر
1	جواد حسین	پشاور ڈویژن	0308-9414547
2	نوید	مردان ڈویژن	0340-0544219
3	حمزہ رشید	ملاکنڈ ڈویژن	0343-1767588
4	رشید اللہ	دیر ڈویژن	0302-3747832
5	محمد ابراہیم	ہری پور ڈویژن	0311-5589234
6	چوہدری لطیف	مانسہرہ ڈویژن	0340-9009541
7	آفتاب خٹک	کوہاٹ ڈویژن	0334-8846408
8	شمون مروت	ڈی آئی خان ڈویژن	0332-7545973
9	خیر الرحمٰن	پشاور مقام	0305-9867505
10	حمزہ فرمان	چارسدہ مقام	0310-9692204
11	قاضی محمد عباس	مردان مقام	0347-0671763
12	طلحہ نواب	ملاکنڈ ایجنسی	0345-8072524
13	عبد المجید	تیمر گرہ مقام	0347-1518949
14	طاہر جان	شرینگل مقام	0344-0984326
15	انضمام الحق	چترال مقام	0348-9754825
16	محمد عمران	مینگورہ مقام	0346-9268089
17	حذیفہ جدون	ایبٹ آباد مقام	0312-9360443
18	کاشف جمیل	بنوں مقام	0330-9325048
19	فواد خان	ضلع بونیر	0336-8811444

کوپن

کوپن برائے بھائی جان

نام ______________ کلاس ____________

پتہ ______________________________

رابطہ نمبر ____________________________

سوال ____________________________

____

کوپن برائے گلدستہ

نام ______________ کلاس ____________

پتہ ______________________________

رابطہ نمبر ____________________________

اچھی بات ____________________________

____

کوپن برائے ''پینٹنگ''

دسمبر کا موضوع ''عیدالفطر'' آخری تاریخ 20 اپریل 2021ء

نام ______________ کلاس ____________

پتہ ______________________________

____

رابطہ نمبر ____________________________

ہمارا نظم العین

نیک بنو نیکی پھیلاؤ

عزم شاہین

بزم کا ہر ممبر شاہین بنتے وقت درج ذیل عہد پر حلف پڑھے گا۔

میں عہد کرتا ہوں کہ میں:

☆ نیک بنوں گا اور نیکی پھیلاؤں گا۔

☆ پانچ وقت کی نمازیں باقاعدگی سے پڑھوں گا۔

☆ اسلام اور پاکستان کا وفادار رہوں گا۔

☆ علم حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرونگا۔

☆ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کا اہتمام کروں گا۔

ممبر شپ فارم

Photo

کوپن پر کریں اور پاسپورٹ سائز رنگین تصویر بھیجیں، بن جائیں ہمارے ممبر اور جیتئے قرعہ اندازی کے ذریعے بہت سارے انعامات

میں ______________ ولدیت ______________ سکول ______________ کلاس ______ پوزیشن ______

مشغلہ ____________ مکمل پتہ ______________________________ گاؤں/قصبہ ______________

ڈاکخانہ ______________ تحصیل ____________ ضلع ____________ موبائل نمبر ______________


صوبائی مشاورتی کونسل
بزم شاہین خیبر پختونخوا




Exam
Preparation
Workshop






بزم بیٹھک








بزم بیٹھک









عوام الناس کو اطلاع دی جاتی ہے

آفریدی میڈیکل کمپلیکس

میں ''**صحت انصاف کارڈ**'' کے تحت صوبے کے معروف کنسلٹنٹ ڈاکٹرز

- **پروفیسر ڈاکٹر عبدالمالک** (کنسلٹنٹ کارڈیک سرجن)
- **اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد جبران** (کنسلٹنٹ کارڈیک سرجن)
- **ڈاکٹر ناصر اسلام خٹک** (کنسلٹنٹ کارڈیک سرجن)
- **ڈاکٹر سمیع اللہ** (کنسلٹنٹ انٹروینشنل کارڈیالوجسٹ)

کے زیر نگرانی دل کے آپریشن، انجیو پلاسٹی اور انجیو گرافی شروع ہو چکی ہے۔ دل سے متعلقہ امراض میں مبتلا افراد صحت انصاف کارڈ کے ذریعے اس سہولت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

آفریدی میڈیکل کمپلیکس، یونیورسٹی روڈ تہکال BRT بس سٹیشن پشاور فون: 091-5711751